مغرب کی تصدیق وحی و نبوت محمدی ﷺ ارتقائی استشراقی نظریات کا نتیجہ

صائمہ شہباز منج ۞
محمد شہباز منج ۞

وحی و نبوتِ محمدی ﷺ کے حوالے سے مغربی افکار و نظریات کی تاریخ بتاتی ہے کہ اہلِ مغرب نے اس ضمن میں مختلف ادوار میں مختلف مواقف اور نقطہ ہائے نظر اپنائے ہیں۔ ہم نے اس تاریخ کا جائزہ لیا تو اسلام اور اہلِ اسلام کے لیے ایک مثبت اور خوش آئندہ نتیجہ سامنے آیا۔ ذیل کی سطور میں اس جائزے اور نتیجے کو پیش کرنا مطلوب ہے۔ اہل مغرب کے مختلف زمانوں کے نظریات کا یہ ناقدانہ جائزہ ان کے اپنے ہی افکار پر مبنی ہے۔ ان کے افکار و نظریات کو انھی کے اصولِ مطالعہ و تجزیہ کی روشنی میں پرکھا گیا ہے۔ حاصلِ بحث ان کے ناقدانہ رویوں سے واضح طور پر مترشح ہوتا ہوا نتیجہ ہے۔

قرونِ وسطی کے افسانے اور ان کا رد

وحی محمدی ﷺ سے متعلق روایتی مغربی تصورات کے مطالعے سے یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ پہلے زمانے میں اہلِ مغرب حضور ﷺ پر وحی کی توجیہ کے لیے کسی اسلامی ماخذ کی طرف رجوع کرنے کی کوئی ضرورت محسوس نہ کرتے تھے۔ وہ کسی ایسے شخص کا تخیل قائم کرتے جس نے اپنے ذاتی مفادات کی غرض سے وحی کا ڈھونگ رچایا ہو، اور اس تخیل کا مصداق آپ ﷺ کو ٹھہراتے۔ آپ ﷺ پر وحی کی توجیہ کے لیے عجیب و غریب اور شرم ناک افسانے گھڑے گئے۔[1]

۞ پی ایچ ڈی سکالر، شعبہ اسلامیات، یونی ورسٹی آف سرگودھا۔
۞ اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اسلامیات، یونی ورسٹی، آف سرگودھا۔(drshahbazuos@hotmail.com)

۱۔ اس طرح کے بعض افسانوں اور تخیل کی کارفرمائیوں کے لیے مندرجہ ذیل حوالہ جات ملاحظہ کیجیے:
Thomas Carlyle, *On Heroes and Hero Worship* (Philadelphia: Henry Altemus, ND), 61; Henry Stubbe, *An account of the Rise and Progress of*

ایک عرصے تک اس نوع کے افسانے کہے جاتے رہے۔ پھر وہ دور آیا کہ مغربی اہلِ قلم نے اس نوع کے افسانوں پر سخت گرفت کرنا شروع کی؛ انھیں بے بنیاد اور لایعنی قرار دیا اور اہل مغرب کو ایسے فضول تخیلات سے نکلنے کی تلقین کی۔ مثلاً تھامس کارلائل (۱۷۹۵ء-۱۸۸۱ء) نے حضور ﷺ سے متعلق اس نوع کے تخیلات کو بے بنیاد، جھوٹ پر مبنی اور نئے زمانے میں ناقابلِ دفاع قرار دیتے ہوئے کہا کہ جب پوکاک (Pococke) نے گروشس (Grotius) (کبوتر پالنے کی کہانی کہنے والے) سے پوچھا کہ تمھارے پاس اس کہانی کا کیا ثبوت ہے، تو اس نے انتہائی ڈھٹائی سے جواب دیا: "کوئی ثبوت نہیں۔" یعنی یہ کتنی شرم ناک بات ہے کہ ایک ایسی کہانی کا رواج ہو جائے جس کی سرے سے کوئی بنیاد ہی نہیں؛ اب زمانہ بہت بدل گیا ہے۔ ایسی کہانیوں اور مفروضوں سے نجات حاصل کرنی چاہیے۔ کارلائل کے الفاظ ہیں:

The lies, which well-meaning zeal has heaped round this man, are disgraceful to ourselves only. When Pococke inquired of Grotius, Where the proof was of that story of the pigeon, trained to pick peas from Mahomet's ear, and pass for an angel dictating to him ? Grotius answered that there was no proof ! It is really time to dismiss all that. (2)

جس نوع کا کذب افترا اس شخص (محمد ﷺ) پر باندھا گیا وہ خود ہمارے لیے شرمناک ہے۔ جب پوکاک نے گروشس سے پوچھا کہ کبوتر کی کہانی کا کیا ثبوت ہے، جس کے مطابق سدھایا ہوا کبوتر آپ (ﷺ) کے کان سے دانے چگتا تھا اور آپ (ﷺ) کو خیال ہوتا تھا کہ فرشتہ آپ (ﷺ) سے باتیں کر رہا ہے؟ تو گروشس نے جواب دیا: کوئی ثبوت نہیں! حقیقت یہ ہے کہ اس نوع کے افسانوں کے خاتمے کا وقت آ گیا ہے۔

آپ ﷺ کی وحی سے متعلق مغرب کی افسانوی کہانیاں، اب اہلِ مغرب کے ہاں بھی اس درجہ لغو ثابت ہو چکی ہیں کہ زمانہ حال کا کوئی قابلِ ذکر مستشرق اس ضمن میں کوئی دلیل دینا گوارا نہیں کرتا۔ عہدِ جدید کے ہر سنجیدہ مستشرق کے ہاں ان کہانیوں کا تذکرہ اہلِ مغرب کے عہدِ جہالت اور پیغمبرِ اسلام سے بے جا تعصب و نفرت کی یادگار کے طور پر ہی ملتا ہے۔ وہ ایسی کہانیوں کو سختی سے رد کرتے اور واضح کرتے ہیں کہ آپ ﷺ کو دھوکا باز یا جھوٹا قرار دینا حقیقت کے ساتھ مذاق اور انتہائی ظلم ہے۔ پرنسٹن یونیورسٹی کے معروف لبنانی نژاد استاد ڈاکٹر فلپ۔

Mahometanism with the life of Mahomet,ed; Hafiz Mahmud Khan Shairani(London: Luzac & co,1911),225-226 ; Stubbe, Ibid,228.cf. Andrew Boorde, The fyrst (first)book of knowledge, ed; F. J. Furnivall(London: N. Trubner & co, MDCCLXX)

2- Thomas Carlyle, Ibid, 61.

کے۔ ہٹی (Philip Khuri Hitti، ۱۸۸۶ء-۱۹۷۸ء) نے اہل مغرب کے ان افسانوں کا حوالہ دیتے ہوئے لکھا ہے کہ قرونِ وسطیٰ کے عیسائی محمد (ﷺ) کو سمجھنے میں سخت غلطی کے مرتکب ہوئے۔ آپ (ﷺ) کو نہایت حقیر کردار کا حامل ظاہر کیا گیا، نویں صدی عیسوی کے ایک یونانی قصہ گو نے آپ (ﷺ) کی تصویر کشی غلط انداز میں پیش کی۔ دانتے[۳] نے حضور (ﷺ) کے جسم اطہر کے بارے میں توہین آمیز بیان لکھا۔ نبی کریم ﷺ کے اسم مبارک کو بگاڑ کر دیگر معانی میں استعمال کرنے کی جسارت کئی مغربی اہل قلم کے ہاں ملتی ہے۔ منٹگمری واٹ جیسے مستشرقین نے اس طرز عمل پر تنقید کی ہے۔

واٹ نے ایک مقام پر لکھا ہے کہ دنیا کی کسی عظیم شخصیت کی اس قدر مسخ شدہ تصویر پیش نہیں کی گئی جیسی مغرب نے محمد (ﷺ) کی پیش کی۔ مغرب کی اس حماقت کا ذکر کرتے ہوئے واٹ نے اسے محمد ﷺ کے خلاف مغرب کا سخت تعصب باور کرایا اور اس کے اسباب و وجوہ کا تذکرہ کرتے ہوئے اسے مغرب کی دشمنِ اعظم تخلیق کرنے کی ضرورت کا شاخسانہ قرار دیا ہے، اس کے الفاظ ہیں:

Of all the world's great men none has been so much maligned as Muhammad. We saw above how this has come about. For centuries Islam was the great enemy of Christendom, since Christendom was in direct contact with no other organized states comparable in power to the Muslims. The Byzantine Empire, after losing some of its best provinces to the Arabs ,was being attacked in Asia Minor, while Western Europe was threatened through Spain and Sicily. Even before the Crusades focused attention on the expulsion of the Saracens from the Holy Land, medieval Europe was building up a conception of 'the great enemy'. At one point Muhammad was transformed into Mahound, the prince of darkness. [4]

دنیا کی عظیم شخصیات میں سے کسی شخصیت کی اتنی منفی و مسخ شدہ تصویر پیش نہیں کی گئی جیسی محمد (ﷺ) کی پیش کی گئی۔ اوپر ہم نے دیکھا کہ یہ کیسے ہوا؟ صدیوں تک اسلام عیسائیت کا دشمنِ اعظم تھا، عیسائیت کا مسلمانوں کے مقابلے کی

۳- معروف اطالوی شاعر ہے۔ Dante کا پورا نام Durante Degli Alighieri اور زمانہ ۱۲۶۵ھ-۱۳۲۱ھ ہے۔ اس کی نظم Divine Comedy مغرب میں ادب کا شاہکار تصور کی جاتی ہے۔

4- W. Montgomery Watt, *Muhammad: Prophet and Statesman* (London: Oxford University Press, 1961), 231.

کسی دوسری منظم طاقت سے سابقہ نہ تھا۔ بازنطینی سلطنت عربوں کے ہاتھوں اپنے بعض اہم صوبے کھونے کے بعد ایشیا مائنر میں ان کے حملوں کی زد میں تھی، جب کہ مغربی یورپ سپین اور سسلی سے خائف تھا۔ سراسنز[۵] کو ارضِ مقدس سے نکال پھینکنے کی بھرپور صلیبی کوششوں سے بھی پہلے قرونِ وسطیٰ کا یورپ ایک دشمنِ اعظم کا تصور تخلیق کر رہا تھا۔ ایک نکتہ وہ تھا جہاں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو ماہونڈ یعنی تاریکی کا شہزادہ بنا کر پیش کیا گیا تھا۔

حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) پر لگائے گئے اہلِ مغرب کے الزامات کو رد کرتے ہوئے واٹ نے لکھا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ایک ایسا روحانی اور سماجی نظام قائم کیا جو آج کی ترقی یافتہ دنیا کے چھٹے حصے کی رہ نمائی کر رہا ہے۔ اس کے الفاظ یہ ہیں:

He created a new system of social security and a new family structure, both of which were a vast improvement on what went before ,...and established a religious and social framework for the life of a sixth of the human race today. That is not the work of a traitor or a lecher. [6]

آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے معاشرتی تحفظ کا نیا نظام اور نیا خاندانی ڈھانچہ تشکیل دیا، یہ دونوں پہلے سے بہت اصلاح شدہ چیزیں تھیں۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ایسا مذہبی و معاشرتی ڈھانچہ قائم کیا جو آج کی دنیا میں نسلِ انسانی کے چھٹے حصے کی رہ نمائی کا سامان ہے۔ یہ کام کسی دھوکے باز اور مکار آدمی کا نہیں ہو سکتا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اپنے مشن کے لیے سخت تکالیف برداشت کرنے اور ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما ایسے مضبوط اور صاحبِ خلق لوگوں کی وفاداری حاصل کرنے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کام یابی کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلوص و دیانت کے حق میں دلیل ٹھہراتے ہوئے واٹ نے لکھا ہے:

Only a profound belief in himself and his mission explains Muhammad's readiness to endure hardships and persecution in Meccan period when from a secular point of view there was no prospect of success. Without sincerity how could he have won the allegiance and even devotion of men of strong and upright character like Abū -Bakr and 'Umar? For the theist there is the

---

۵- صلیبی جنگوں کے زمانے میں مغرب میں مسلمانوں کے لیے استعمال ہونے والا ایک لفظ۔ یہ کئی دیگر الفاظ کی طرح مسلمانوں سے نفرت، بغض اور کینے کی بنا پر انہیں حقیر و ذلیل خیال کرتے ہوئے استعمال ہوتا تھا۔ اس لفظ کے ذریعے مسلمانوں کو بدو، صحرا نشیں، چور، ڈاکو، حرامی اور ذلیل و کمتر نسل کے لوگ ظاہر کیا جاتا تھا۔

6- W. Montgomery Watt, *Muhammad at Medina* (Oxford: Clarendon press, 1956), 332.

further question how God could have allowed a great religion like Islam to develop on a basis of lies and deceit. [7]

اپنی ذات اور مشن پر گہرا یقین ہی کی دور میں (جب کہ سیکولر نقطۂ نظر سے کام یابی کا کوئی امکان نہیں تھا) محمد (ﷺ) کی مشکلات و مصائب کو برداشت کرنے کے لیے آمادگی کی توجیہ کرتا ہے۔ خلوص کے بغیر آپ (ﷺ) ابو بکر و عمر (رضی اللہ عنہما) ایسے اعلیٰ کردار کے حامل افراد کی وفاداری اور عقیدت و محبت کیسے حاصل کر سکتے تھے؟ ایک توحید پرست کے لیے مزید سوال یہ ہے کہ خدا جھوٹ اور دغے کی بنیاد پر اسلام ایسے بڑے مذہب کو پھلنے پھولنے کی اجازت کیوں کر دے سکتا تھا؟

واٹ نے اہلِ مغرب کو آپ ﷺ کی صداقت و دیانت کو تسلیم کرنے اور آپ ﷺ سے متعلق غلطیوں سے نکلنے کی ضرورت پر زور دیتے ہوئے کہا:

Thus, not merely must we credit Muhammad with essential honesty and integrity of purpose, if we are to understand him at all; if we are to correct the errors we have inherited from past, we must in every particular case hold firmly to the belief in his sincerity until the opposite is conclusively proved. [8]

اس طرح ہمیں نہ صرف محمد (ﷺ) کو دیانت داری اور مقصد کی صداقت کا کریڈٹ دینا چاہیے، بلکہ اگر ہم انھیں سمجھنے کے خواہش مند ہیں؛ اگر ہم اسلاف سے ورثے میں ملی غلطیوں کی اصلاح کرنا چاہتے ہیں تو، ہمیں ہر خاص معاملے میں آپ (ﷺ) کے خلوص پر پختہ ایمان رکھنا چاہیے، تا وقتے کہ اس کے خلاف کوئی ناقابلِ تردید ثبوت نہیں مل جاتا۔

کیرن آرمسٹرانگ (Karen Armstrong، پیدائش ۱۹۴۴ء) نے "Muhammad the Enemy" کے تحت اپنی ایک تحریر میں مغرب کی پیغمبرِ اسلام ﷺ سے دشمنی کی تاریخ پر تفصیل سے گفت گو کرتے ہوئے واضح کیا ہے کہ مغرب کی تاریخ میں آپ ﷺ کی انتہائی غلط، متعصبانہ اور افسانوی تصویر کشی کی گئی ہے۔ اس کے مطابق مغرب میں آپ (ﷺ) کو اس درجہ فرضی و افسانوی انداز سے پیش کیا گیا ہے کہ آپ (ﷺ) کی تمثیلی حیثیت نے لوگوں کے لیے اس بات کو مشکل بنا دیا ہے کہ وہ آپ (ﷺ) کو ایک ایسے تاریخی کردار کی شکل میں دیکھیں جو اس طرح کے سنجیدہ سلوک کا مستحق ہے جس کے مستحق نپولین اور سکندرِ اعظم

7– Watt, *Muhammad: Prophet and Statesman*, 232.

8– W. Montgomery Watt, *Muhammad at Mecca* (Oxford: Oxford University Press, 1953), 52.

تھے۔ مصنفہ کے مطابق مغرب میں اسلام اور پیغمبرِ اسلام کے خلاف قرونِ وسطیٰ کے مغربی تخیلات کی بازگشت آج بھی سنی جاسکتی ہے۔ شیطانی آیات کا افسانہ انھی کی قبیل سے ہے۔[۹]

نبی کریم ﷺ کے ایک اعلیٰ کردار کی حامل شخصیت ہونے کا اعتراف دیگر مستشرقین کے ہاں بھی ملتا ہے۔ اس حوالے سے Rom Landau (۱۸۹۹ء – ۱۹۷۴ء)، Tor Julins Efraim (۱۸۸۵–۱۹۴۷ء)، Gustar Wail (۱۸۰۸ – ۱۸۸۹ء) وغیرہ کی تحریروں کی طرف رجوع کیا جاسکتا ہے۔[۱۰]

ایک فرانسیسی شاعر اور مصنف لامرتین (Alphonse de Lamartine، 1790-1869) نے اپنی قوم کو مخاطب کرتے ہوئے کہا: تم یہ خیال کرتے ہو کہ محمد (ﷺ) دھوکے باز اور جھوٹے تھے، ہرگز نہیں، نہ وہ دھوکے باز تھے اور نہ جھوٹے۔ جھوٹ، دھوکا اور فریب، یہ سب چیزیں نفاقِ عقیدہ سے پیدا ہوتی ہیں اور نفاق میں عقیدے کی قوت نہیں، جھوٹ میں سچ جیسی طاقت نہیں۔ حضرت محمد (ﷺ) نے قوم کی برائیوں کو ختم کرنے کے لیے نہایت بہادری اور جرأت سے برس ہا برس تک سخت مخالفت اور طرح طرح کی فحش کلامیوں اور بدزبانیوں کی پرواہ کیے بغیر ایمان و نجات کی دعوت دی اور اپنی کوششوں میں کامیاب رہے۔ آپ (ﷺ) کی دعوت نہ صرف آپ ﷺ کی زندگی میں کامیابی سے پھیلی بلکہ آپ (ﷺ) کی وفات کے بعد بھی پھیلتی رہی۔ ان سب باتوں سے اس نتیجے پر پہنچنے میں کوئی دقت باقی نہیں رہتی کہ حضور (ﷺ) نہ تو دھوکے باز تھے اور نہ باطل پرست۔ اس مصنف نے حضور ﷺ کا تعارف کراتے ہوئے لکھا: فلسفی، خطیب، رسول، شارع، قائد، فکر و نظر کے دروازے کھولنے والا، انسانوں کو عقل کی طرف راغب کرنے والا، ایسے عقائد کا مبلغ جو دل اور ذہن دونوں کے موافق ہوں۔ ایسے دین کا بانی جس میں بت پرستی کا کوئی شائبہ نہیں، کرۂ ارض پر بیس مادی سلطنتوں اور ایک عظیم روحانی سلطنت کا بانی؛ یہ ہے محمد (ﷺ)[۱۱] لامرتین آپ ﷺ کی اس طرح کی مختلف صفات کی شخصیت کی مختلف جہتوں کا ذکر کرنے کے بعد آپ ﷺ کو ایک عدیم المثال انسان قرار دیتے ہوئے لکھتا ہے:

9- Karen Armstrong, *Muhammad: A Biography of the Prophet* (London: Orion publishing, 2004),26.

10- RomLandau, *Islam and the Arabs* (London: George Allen&Unwin, 1958), 23; Tor Andrae, *Muhammad: The man and his faith*, Trans: Theophil Menzel (London: George Allen & Unwin, 1956), 72-72 ; Gustav Weil, *History of Islamic Peoples*, Trans: Khuda Bakhsh (Calcutta: University of Calcutta press, 1914), 27.

۱۱- عزالدین فراج، نبي الإسلام في مرآة الفكر الغربي (قاہرہ: دار الجہاد، ۱۹۵۳ء)، ۳۵؛ عبداللہ مبشر الطرازی، نبي الإسلام في مرآة بعض المستشرقين المنصفين (جدہ: الإسلام والمستشرقون، ۱۹۸۵ء):۳۰۸۔

As regards all standards by which human greatness may be measured, we may well ask, is there any man greater than he? (12)

ان تمام پیمانوں کے مطابق جن پر انسانی عظمت کو پرکھا جاسکتا ہے، ہم پوچھ سکتے ہیں: کوئی اور انسان ہے جو آپ (ﷺ) سے بڑھ کر ہو؟

معروف مستشرق ولیم میور (۱۸۱۹ء-۱۹۰۵ء) آپ ﷺ کی اخلاقی عظمت کا اعتراف ان الفاظ میں کرتا ہے:

In all his dealings he was fair and upright and as he grew in years his honorable bearing won for him the title of Al-Ameen" the faithful." (13)

اپنے تمام امور و معاملات میں آپ (ﷺ) انصاف پسند اور راست رو تھے۔ آپ (ﷺ) کے خوب صورت اور قابلِ قدر رویے نے نوجوانی ہی میں آپ (ﷺ) کو الامین "سچے اور دیانت دار" کا لقب دلا دیا تھا۔

تھامس کارلائل نے حضور ﷺ کی سیرتِ طیبہ پر لگائے جانے والے الزامات کی زبردست تردید کی اور آپ ﷺ کو سچا نبی تسلیم کیا۔ اس کے بقول حضرت محمد (ﷺ) کے بارے میں ہم عیسائیوں کا یہ قیاس بالکل بے بنیاد ہے کہ آپ جھوٹے اور دغا باز تھے اور آپ (ﷺ) کا مذہب محض فریب اور نادانی کا ایک مجموعہ تھا۔ کذب وافترا کا وہ انبار جو ہم نے اپنے مذہب کی حمایت میں اس ہستی کے خلاف کھڑا کیا ہے وہ خود ہمارے لیے شرم ناک ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ہم کسی طور پر بھی آپ (ﷺ) کو حریص، تنگ ظرف اور جھوٹا کہنے میں حق بجانب نہیں۔ آپ (ﷺ) پیغمبرِ صادق تھے اور آپ (ﷺ) کا الہام بالکل سچا تھا۔ (۱۴) اس نے آپ ﷺ کے خلاف قدیم مغربی تصور کو سختی سے رد اور اس پر اظہارِ افسوس کرتے ہوئے کہا:

Alas...more godless theory, I think, was never promulgated in this Earth. A false man found a religion ?Why, a false man cannot build a brick house !If he do not know and follow truly the properties of mortar, burnt clay and what else he works in ,it is no house that he makes, but a rubbish-heap .It will not stand

12- Alphonse de Lamartine, *Histoire de la Turquie* (Paris:1854), II/ 276-77.

13- Sir William Muir, *Mahomet and Islam: A sketch of the Prophets life from original sources and a brief outline of his religion* (London: The religious Tract Society, 1887), 19.

14- Carlyle, *On Heroes and Hero Worship,* 61-62.

for twelve centuries, to lodge a hundred-and-eighty millions ;it will fall straightway. [15]

افسوس... میرے خیال میں اس سے بڑھ کر خدا بیزار تصور اس روے زمین پر کبھی اشاعت پذیر نہیں ہوا تھا کہ ایک جھوٹا آدمی ایک مذہب کی بنیاد رکھے؟ ایک جھوٹا شخص اینٹوں کا ایک گھر کیوں نہیں بنا سکتا!! اگر وہ پکی مٹی اور مسالے وغیرہ چیزوں اوران کی ضرورت واستعمال سے صحیح صحیح واقفیت نہیں رکھتا، تووہ کوئی گھر نہیں ایک ردی ساگھروندا ہی بنائے گا۔ اگر یہ مذہب جھوٹے نبی نے بنایا ہوتا بارہ صدیوں تک برقرار نہیں رہ سکتا کہ ایک سو اسی لاکھ کا مسکن بنے ؛ یہ تو ناگہاں گر جائے گا۔

میڈرڈ کے آرچ بشپ نے قرطبہ کی مسیحی- مسلم کانگرس ۱۹۷۷ء کی افتتاحی تقریر میں مسیحیوں پر زور دیا کہ وہ ماضی کو بھلا کر پیغمبرِ اسلام ﷺ کی عزت وتکریم کا رویہ اپنائیں اور آپ ﷺ کی توہین ترک کر دیں۔ اس نے واضح کیا کہ آپ (ﷺ) کی توہین تاریخی اور مذہبی حقائق کے خلاف ایک جرم ہے۔ آپ (ﷺ) کی متعارف کروائی ہوئی اخلاقی اقدار کی قدر نہ کرنا اس کانفرنس کے مقاصد سے متصادم ہونے کے ساتھ ساتھ مذہبی تناظر اور علم سے ناواقفیت کی دلیل ہے۔ [۱۶]

الزامِ صرع اور اس کی تردید

کبوتر اوراونٹ وغیرہ کی کہانیاں تواس زمانے کے افسانے ہیں جب حضور ﷺ سے متعلق الزام تراشی کے لیے کسی دلیل اور کسی اسلامی مصدر کے حوالے کی ضرورت محسوس نہ کی جاتی تھی۔ بعد میں جب ایسی الزام تراشیوں کا فضول اور لایعنی ہونا واضح ہو گیا تو حضرت محمد ﷺ کے مغربی ناقدین نے اسلامی مصادر کی بعض روایات کی مضحکہ خیز تعبیرات پیش کر کے آپ ﷺ پر مرگی کے مریض ہونے کا الزام عائد کر دیا۔ انھوں نے کہنا شروع کر دیا کہ محمد (ﷺ) جس کیفیت کو وحی خیال کرتے تھے وہ دراصل ان کے مرض کا نتیجہ تھی۔ محمد خلیفہ لکھتے ہیں:

15- Carlyle, Ibid, 62.

16- Mahmut Aydin, *Modern Western Christian Theological Understanding of Muslims since The second Vatican council* (Washington DC: The Council for Research in values and Philosophy, 2002),172.cf. Emilio G Aguilar,"The Second International Muslim-Christian Congress of Cordoba (March 21-27, 1977)." Ed. Richard W Rousseau, *Christianity and Islam: The Struggling Dialogue* (Scranton: Ridge Row Press, 1985),165.

San Pedro and other orientalists of the Middle Ages and later have asserted that the prophet was an epileptic or possessed by demons, in an attempt to explain the divine revelations. Much more recently Rodinson dubbed it as auditory visual hallucination. (17)

آپ (ﷺ) پر وحی کی توجیہ میں سان پیڈرو اور قرونِ وسطیٰ اور بعد کے دیگر مستشرقین کا کہنا ہے کہ آپ (ﷺ) مرگی کے مریض یا بھوت پریت کے زیرِ اثر تھے۔ حال ہی میں روڈنسن نے آپ (ﷺ) کی وحی کو ہذیان سے تعبیر کیا ہے۔

مغرب میں آپ ﷺ کے مصروع ہونے کا تصور اس قدر عام اور مقبول رہا ہے کہ قرونِ وسطیٰ تو ایک طرف جدید دور کے بڑے بڑے معروف اہلِ قلم بھی اسے ایک ثابت شدہ اور متفق علیہ حقیقت کے طور پر پیش کرتے رہے ہیں۔ گستاو ویل لکھتا ہے:

"Both Eastern and Western research alike point to the fact that Mohamed was subject to epileptic fits"... (18)

مشرق و مغرب کے محققین اس نکتے پر متفق ہیں کہ محمد [ﷺ] کو مرگی کے دورے پڑتے تھے۔

یہی نہیں بلکہ جدید زمانے کا ولیم میور بھی آپ ﷺ پر وحی کی تعبیر مرگی کے دوروں ہی سے کرتا دکھائی دیتا ہے۔ اس نے لکھا ہے کہ بعض اوقات آپ (ﷺ) کی بے قراری وجد یا کشف کی شکل اختیار کر لیتی تھی۔ ہمیں اس سے متعلق کچھ زیادہ معلومات نہیں ہیں، تاہم کچھ عیسائی مصنفین نے ان کیفیات کو مرگی کے دورے قرار دیتے ہوئے ان کا تعلق آپ (ﷺ) کے بچپن میں ظاہر ہونے والی علامات سے جوڑا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ آپ (ﷺ) کی زندگی کے آخری حصے میں بھی نزولِ وحی سے قبل آپ ﷺ پر اس قسم کی غشی اور بیداری کے سپنے کی کیفیت طاری ہوتی تھی۔ اس کے بعد میور اسلامی مصادر میں بیان ہونے والا پہلی وحی کا واقعہ یہ کہتے ہوئے تفصیلاً بیان کرتا ہے کہ قاری خود نتیجہ اخذ کر لے کہ محمد (ﷺ) کی وحی کس چیز کا نتیجہ ہو سکتی ہے۔ (۱۹) پھر دوسری وحی کا حوالہ دینے کے بعد اسلامی روایات اور اپنے تخیل کو ملا کر کہتا ہے:

17- Muhammad Khalifa, *The Sublime Quran and Orientalism* (London& New York: Longman, 1983), 12.

18- Weil, *History of Islamic peoples*, Trans: Khuda Bakhsh (Calcutta: The Univeristy of Calcutta), 5.

19- Muir, Ibid, 33-35.

At the moment of inspiration (so the tradition runs) anxiety pressed upon the prophet, and his countenance became troubled. Sweat dropped from his forehead, and he would fall to the ground as in a trance. [20]

روایت کے مطابق پیغمبر (ﷺ) پر بے قراری غالب آجاتی تھی اور ان کا چہرہ متغیر ہو جاتا تھا۔ ان کی پیشانی سے پسینے کے قطرے ٹپکنے لگتے تھے اور وہ بے ہوش ہو کر زمین پر گر پڑتے تھے۔

اب دیکھیے کہ اسلامی روایات میں حضور ﷺ کے چہرے کے متغیر ہونے اور آپ کی پیشانی سے پسینے کے قطرے ٹپکنے کا تو ذکر ہے لیکن عالمِ مدہوشی میں زمین پر گر پڑنے کا کسی بھی قابلِ لحاظ روایت میں کوئی ذکر نہیں۔ یعنی He Would Fall to the Ground as in a Trance محض میور کے تخیل کی کرشمہ سازی ہے، تاکہ مسیحی مصنفین کے ذکر کردہ Epileptic Seizures کو حقیقت باور کرایا جاسکے۔ الزامِ صرع کے لیے مستشرقین کے مذکورہ نوعیت کی بعض روایات کو اسی طرح عجیب و غریب انداز سے تعبیر اور پیش کرنے کی اور بھی متعدد تعجب خیز مثالیں ملتی ہیں۔ مثلاً انھوں نے آپ ﷺ کو مریض باور کرانے کے لیے آپ ﷺ کی والدہ ماجدہ کو بھی مریضہ قرار دے دیا اور اس کے لیے دلیل یہ پیش کی کہ روایات کی رو سے حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کے خوابوں میں فرشتوں کو دیکھنے کا تذکرہ ہے۔ آپ ﷺ کے شقِ صدر کو بھی یہ دلیل دے کر مرگی سے جوڑا گیا کہ اس موقع پر حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا اور ان کے شوہر نے بھی یہ سمجھا تھا کہ ان کے رضاعی بیٹے پر مرگی کا حملہ ہوا ہے۔ اس کے لیے دلیل اس روایت کو بنایا گیا: ” قالت وقال لي أبوه يا حليمة لقد خشيت أن يكون هذا الغلام قد أصيب فالحقيه بأهله.“[۲۱] (حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ اس کے باپ نے مجھ سے کہا اس لڑکے کو کچھ ہو گیا ہے۔ لہٰذا بہتر یہی ہے کہ اسے اس کے گھر والوں کے پاس پہنچا دو۔)

اس عبارت سے کسی بھی طرح یہ بات نہیں نکالی جاسکتی کہ حضور ﷺ کے رضاعی ماں باپ نے مصروع ہونے کا شبہ بھی کیا تھا۔ پھر اس عبارت کا مغربی اہلِ قلم کی جانب سے غلط ترجمہ بھی ہوا اور اسے مختلف الفاظ کے ساتھ بھی پیش کیا گیا۔ مثلاً قد أصيب فالحقيه بأهله کے الفاظ کو قد أصيب بالحقيه بأهله لکھا گیا اور پھر اس کا ترجمہ کیا گیا: (اس لڑکے نے اپنے کسی ساتھی سے دماغی بیماری اخذ کر لی ہے۔) یہ مختلف عبارت اور اس کا

20- Muir, Ibid, 35.

۲۱- ابن ہشام، السيرة النبوية، ت: عمر عبدالسلام تدمری (بیروت: دار الکتاب العربی، ۱۴۱۰ھ/۱۹۹۰ء)، ۱: ۱۹۰۔

بھی غلط ترجمہ مستشرقین کے ہاں مرجع ہو گیا اور بڑے بڑے مستشرقین کے ہاں اسے آپ ﷺ پر مرگی کے الزام کے لیے استعمال کیا جانے لگا۔ بعد ازاں أصیب کو اسیب بھی قرار دیا گیا اور اسے مرگی کے دورے (Epileptic Fit) سے تعبیر کیا گیا۔ مرگی کے الزام کی ایک دلیل یہ بھی قرار پائی تھی کہ اسلامی روایات میں آتا ہے کہ حضرت حلیمہ نے آپ ﷺ کے سر پر بادلوں کو سایہ کناں دیکھا تھا۔ (۲۲)

اس نوع کے مضحکہ خیز استدلالات و تعبیرات سے اس الزام کو آخر کب تک دہرایا جا سکتا تھا! بالآخر اہل مغرب کو اس الزام کو بھی سختی سے رد کرنا پڑا اور مغرب کے سنجیدہ اہلِ علم و نظر کے ہاں اس کی لغویت اسی قدر واضح ہو کر سامنے آئی جس قدر آپ ﷺ سے متعلق افسانوی کہانیوں کی لغویت واضح ہوئی تھی۔

مشہور مغربی مورخ ایڈورڈ گبن (۱۷۳۷ء - ۱۷۹۴ء) نے آپ ﷺ پر مرگی کے الزام کو تھیوفینز، زونارس اور دوسرے یونانیوں کی نامعقول تہمت قرار دیا، جسے ہوٹنگر پریڈو اور مراقی کے شدید تعصبات نے نعمتِ غیر مترقبہ سمجھ کر قبول کر لیا تھا:

"The epilepsy, or falling sickness of Muhammad, is asserted by Theophanes, Zonaras and the rest of the Greeks; and is greedily swallowed by the gross bigotry of Hottinger,...Prideaux...and Maracci"...[23]

گبن کے نزدیک حضور ﷺ پر مرگی کی تہمت اس قدر مہمل ہے کہ اس کے خیال میں یہ ان لوگوں کے لیے بھی سخت نقصان دہ ہے، جو آپ ﷺ کے خلاف نفرت کے جذبات پیدا کرنا چاہتے ہیں۔ اس کے مطابق آپ (ﷺ) پر مرگی کے اس بیہودہ الزام سے، جو آپ (ﷺ) کی ذات پر کسی طرح فٹ نہیں ہو سکتا، الٹا آپ (ﷺ) کے لیے ترحم کے جذبات پیدا ہوں گے؛ اس کے الفاظ ہیں:

"His epileptic fits and absurd calumny of the Greeks would be an object of pity rather than abhorrence". [24]

۲۲- سر سید احمد خاں، *سیرتِ محمدی* (لاہور: مقبول اکیڈمی، ۱۹۹۷ء)، ۲۳۰-۲۳۲۔

23- Edward Gibbon, *The decline and fall of the Roman Empire* (London: Dant & Sons,1962), 5: 270.

24- Gibbon, Ibid, 5: 270.

آپ(ﷺ) پر یونانیوں کی نا معقول تہمت آپ(ﷺ) کے خلاف نفرت پیدا کرنے کے بجائے آپ(ﷺ) کے حق میں محبت ورحمت کے جذبات کا موجب ہوگی۔

جدید مغربی اہلِ قلم کے ہاں حضور ﷺ پر الزامِ صرع کی تردید زیادہ موثر انداز سے اور وسیع پیمانے پر ملتی ہے۔اے گیوم (۱۸۸۸ء-۱۹۶۶ء) نے اس الزام کو اسلام اور پیغمبرِ اسلام ﷺ کے خلاف تعصب کا نتیجہ قرار دیتے ہوئے لکھا:

The charge had been made by a Byzantine writer long before such a hypothesis seems gratuitous and can safely be ascribed to anti-Mohammedan prejudice. (25)

(مرگی سے متعلق) بہت پہلے کے بازنطینی مصنف کا یہ الزام ایک ایسا مفروضہ ہے جسے نہایت آسانی سے محمد(ﷺ) کی مخالف تعصب کا شاخسانہ قرار دیا جاسکتا ہے۔

گیوم آگے چل کر آپ ﷺ کی بے مثل دانش مندی، جنگوں میں حیرت انگیز کام یابی اور سخت ترین مخالفت کے باوجود نہایت عزم واستقلال سے کوششیں جاری رکھتے ہوئے اہلِ عرب کو اسلام پر مجتمع کردینے کی شہادتوں کی بنیاد پر الزامِ صرع کی تردید کرتے ہوئے رقم طراز ہے:

Muhammad was a man whose common sense never failed him. Those who deny his mental and psychic stability do so only by ignoring the overwhelming evidence of his shrewd appraisal of others and of the significance of what was going on the world of his time and his persistence in the face of constant opposition until he united his people in the religion of Islam. Had he ever collapsed in the strain of battle or controversy, or fainted away when strong action was called for, a case might be made out. But all the evidence we have points in the opposite direction and the suggestion of epilepsy is as groundless in the eyes of the present writer as it is offensive to all Muslims. (26)

محمد(ﷺ) کی عقل ودانش کبھی ماؤف نہیں ہوئی۔جو لوگ آپ(ﷺ) کے ذہنی ونفسیاتی استحکام کا انکار کرتے ہیں وہ دوسروں کی غیر معمولی جانچ پرکھ، آپ(ﷺ) کے زمانے کے حالات کی اہمیت، اور لوگوں کو اسلام پر مجتمع کردینے تک مسلسل مخالفت کا سامنا کرنے میں آپ(ﷺ) کے عزم و استقلال کی واضح شہادتوں کو نظر انداز کردیتے

25- Alfred Guillume, *Islam* (London: Cassell, 1963), 25.

26- Guillume, Ibid, 25-26.

ہیں۔ اختلاف و مخالفت، جنگ، سخت و مشکل اقدام کسی بھی موقع پر آپ (ﷺ) کبھی بھی بد دل یا شکست خوردہ نظر آتے ہیں؟ تمام شہادتیں زیرِ نظر الزام کے خلاف جاتی ہیں۔ میرے نزدیک آپ (ﷺ) کو مرگی کا مریض قرار دینا اتنا ہی بے بنیاد ہے جتنا مسلمانوں کے نزدیک جارحانہ و ناپسندیدہ۔

قرآن کے حکیمانہ بیانات کے تناظر میں الزام صرع کی تردید کرتے ہوئے Rom Landau رقم طراز ہے:

The allegation that his periods of revelation were, in reality, epileptic seizures is palpably false; for in such an attack the victim is never coherent enough to voice passages as complex or as intellectually profound as are so many that form the Quran .[27]

یہ الزام کہ آپ (ﷺ) کی وحی دراصل مرگی کے دورے تھے، سفید جھوٹ ہے۔ اس لیے کہ اس طرح کے دوروں میں آدمی غیر معمولی حکیمانہ و فاضلانہ بیانات پیش کرنے کے قابل نہیں ہوتا جو ہمیں قرآن یا اس کے مختلف حصوں کی شکل میں ملتے ہیں۔

منٹگمری واٹ نے الزام صرع کی تردید کرتے ہوئے لکھا ہے کہ

On some occasions at least there were physical accompaniments. He would be gripped by a feeling of pain, and in his ears there would be a noise like the reverberation of a bell. Even on a very cold day the bystanders would see great pearls of sweat on his forehead as the revelation descended upon him. Such accounts led some Western critics to suggest that he had epilepsy, but there are no real grounds for such a view. Epilepsy leads to physical and mental degeneration, and there are no signs of that in Muhammad; on the contrary he was clearly in full possession of his faculties to the very end of his life. [28]

نزولِ وحی کے وقت محمد (ﷺ) کو پیش آنے والی بعض کیفیات، مثلاً آپ (ﷺ) کا تکلیف اور درد محسوس کرنا، کانوں میں گھنٹی کی سی آواز آنا، سخت سردی کے موسم میں بھی نزولِ وحی کے وقت آپ (ﷺ) کی پیشانی سے پسینے کے قطرے ٹپکنا وغیرہ سے مغربی نقادوں نے یہ نتیجہ نکالا کہ آپ (ﷺ)

27- RomLandau, Ibid, 23.

28- Watt, Ibid, 19.

مرگی کے مریض تھے، لیکن یہ نظریہ کوئی حقیقی بنیاد نہیں رکھتا۔ مرگی انسان کو ذہنی اور جسمانی طور پر کم زور کر دیتی ہے، لیکن محمد (ﷺ) میں اس قسم کے کوئی آثار نظر نہیں آتے، اس کے برعکس آپ (ﷺ) کے تمام ذہنی وجسمانی قوی آخر تک بالکل صحیح سلامت تھے۔

ای۔ڈرمنگھم نے بھی نہایت پرزور الفاظ میں اس الزامِ صرع کی تردید کی۔ اس نے لکھا ہے کہ محمد (ﷺ) اس اعتبار سے دنیا کے واحد پیغمبر ہیں، جن کی زندگی ایک کھلی کتاب کی طرح ہے۔ ان کی زندگی کا کوئی گوشہ چھپا ہوا نہیں۔ آپ (ﷺ) پر کسی ذہنی بیماری کا الزام صرف عقلِ سلیم سے عاری انسان ہی عائد کرتے ہیں۔ یہاں موازنہ نہیں بلکہ اظہارِ حقیقت مقصود ہے کہ عہد نامہ قدیم کے پیغمبر کتنے مغلوب الغضب تھے۔ اور تو اور عہدِ جدید میں حضرت مسیح (علیہ السلام) جیسے حلیم اور نرم دل کو بھی ہم غصے اور طیش سے مغلوب ہوتے دیکھتے ہیں اور ایسی زبان بھی بولتے سنتے ہیں، جو شائستہ قرار نہیں دی جا سکتی۔ کیا محمد (ﷺ) کا بڑے سے بڑا معترض کوئی ایک بھی ایسا واقعہ بتا سکتا ہے، جب آپ (ﷺ) نے خود پر غصے اور طیش کو غالب کر دیا ہو؟ کیا کسی ایسے واقعے کی نشان دہی کی جا سکتی ہے، جب آپ نے غیر شائستہ زبان استعمال کی ہو؟ کوئی معترض اور نقاد بھی آپ (ﷺ) کی زندگی کا ایک ایسا واقعہ بیان نہیں کر سکتا، جب کسی مرض یا تکلیف کی وجہ سے آپ (ﷺ) کسی میدانِ جنگ یا زمانۂ امن میں کسی بیماری کے دورے کے زیر اثر آئے ہوں۔ کوئی ایسا واقعہ ان کی زندگی میں نہیں ملتا، جس سے ان کی جسمانی یا ذہنی صحت کے علیل ہونے کا سراغ ملتا ہو۔ ان کی جسمانی اور ذہنی صحت قابلِ رشک تھی۔ آپ (ﷺ) نے اپنی زندگی میں چالیس فوجی مہمیں روانہ کیں جن میں سے ایک اندازے کے مطابق تیس جنگوں میں آپ (ﷺ) بنفس نفیس شریک ہوئے۔ ہر جنگ میں جس فراست، جس شجاعت اور جنگی حکمتِ عملی اور مہارت کا ثبوت آپ (ﷺ) نے فراہم کیا، کیا وہ کسی ایسے شخص کے لیے ممکن ہو سکتا ہے، جو کسی بھی نوع کی بیماری میں مبتلا ہو؟ محمد (ﷺ) کی پاک، صحت مند اور توانا شخصیت کو بیمار کہنے والے در حقیقت خود ذہنی بیماری میں مبتلا ہیں۔[۲۹]

جدید مغربی اہلِ قلم نے آپ ﷺ پر مرگی کے الزام کو اس سختی سے رد کیا کہ اسے تاریخی تنقید کے خلاف ایک گناہ کا ارتکاب قرار دیا۔ اے گیوم لکھتا ہے:

...Most modern writers, as opposed to those of the last generation are of this opinion. To base such a theory on a legend

---

۲۹- دیکھیے: محمد احسان الحق سلیمانی، رسولِ مبین (لاہور: مقبول اکیڈمی، ۱۹۹۳)، ۶۲۶-۶۲۷۔

which on the face of it has no historical foundation is a sin against historical criticism.[30]

گذشتہ نسلوں کے برعکس جدید تر مصنفین نے مرگی کے نظریے کی مخالفت کی ہے۔ محض افسانے کی بنا پر قائم ہونے والے اس نظریے کی کوئی تاریخی بنیاد نہیں۔ یہ تاریخی تنقید کے خلاف ایک جرم کا ارتکاب ہے۔

حالات کے فطری ردِ عمل کا نظریہ اور اس کا ابطال

جب وحی سے متعلق مرگی اور صرع کا الزام اس درجہ لغو ثابت ہو گیا کہ اسے تاریخی تنقید کے خلاف جرم و گناہ کا ارتکاب قرار دیا جانے لگا اور جدید تعلیم یافتہ مغرب میں اس الزام کو دہرانا یا اس پر دلائل لانا ایک فضول و جاہلانہ تصور قرار پایا تو اہلِ مغرب کے ہاں وحیِ محمدی ﷺ کی یہ جدید فلسفیانہ تعبیر سامنے آئی کہ حضور ﷺ جن خیالات و تصورات کو وحی کی حیثیت سے پیش کرتے تھے، وہ آپ ﷺ کے اپنے لاشعور سے ابھرے تھے۔ یعنی آپ ﷺ کی وحی کوئی وحی آسمانی نہیں تھی، اپنے زمانے کے دگرگوں حالات کو سنوارنے اور اہلِ عرب کے جاہلانہ و ظالمانہ نظامِ زندگی کو عادلانہ نظام میں ڈھالنے سے متعلق آپ ﷺ کی تڑپ اور لگن کا نتیجہ تھی۔ بہ الفاظِ دیگر آپ ﷺ کی وحی آپ ﷺ کے اصلاحی و مصلحانہ افکار تھے، جن کو آپ ﷺ نے غلطی سے وحی سمجھ لیا تھا۔ وحیِ محمدی ﷺ کی یہ فلسفیانہ توجیہ عصرِ حاضر کے بڑے بڑے نام ور مستشرقین کی طرف سے پیش کی گئی ہے۔ اس ضمن میں بیسویں صدی کا مشہور مستشرق منٹگمری واٹ نمایاں دکھائی دیتا ہے۔ اس کا کہنا ہے:

...A new religion cannot come into being without a sufficient motive. In the experience of Muhammad and his early followers there must have been some need which was satisfied by the practices and doctrines of the embryonic religion.[31]

کوئی نیا مذہب کسی ضروری محرک کے بغیر ظہور پذیر نہیں ہو سکتا۔ محمد (ﷺ) اور آپ (ﷺ) کے اولین پیروکاروں کے معاملے میں بھی یقینی ضرورت رہی ہوگی جسے ترقی پذیر مذہب کے عقائد و رسوم کے ذریعے پورا کیا گیا۔

وحیِ محمدی ﷺ کو آپ کی اندرونی کیفیت سے تعبیر کرنے کے ضمن میں ایک جگہ واٹ کا پیش کردہ یہ تصور بھی قابلِ ذکر ہے:

30- Guillume, Ibid, 26.

31- Watt, *Muhammad: Prophet and Statesman*, 14.

...Most religious ideas emerge from the collective unconscious into consciousness, and most religious practice is the conscious response to their ideas. (32)

(اکثر و بیش تر مذہبی افکار اجتماعی لاشعور(collective unconscious)سے شعور میں آنے والے تصورات ہیں اور مذہبی رسوم ان کے نظریات کا شعوری جواب۔)

مسٹر واٹ وضاحت کرتے ہیں کہ مذکورہ تصور کے مطابق یہودیت، عیسائیت اور اسلام کے مشمولات سب کے سب collective unconscious سے ابھرے ہیں۔ گویا خارج سے کوئی وحی نازل نہیں ہوئی، سب مذاہب اپنے زمانے کے حالات وواقعات کا فطری رد عمل ہیں۔ (۳۳) رہی یہ بات کہ حضور ﷺ کا کہنا تو یہ تھا کہ مجھ پر خارج سے بذریعہ جبریل وحی نازل ہوتی ہے تو اس کی توجیہ یوں کی گئی کہ محمد (ﷺ) کو اپنے کام میں مخلص سمجھا جاسکتا ہے، لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ آپ (ﷺ) اپنے عقائد میں صحیح راستے پر تھے۔ ہوسکتا ہے کہ ایک آدمی مخلص ہو باایں ہمہ وہ غلط راستے پر ہو۔ ممکن ہے آدمی بعض خیالات کو خارج سے آتا ہوا محسوس کرے، لیکن درحقیقت وہ اس کے اپنے ہی لاشعور سے ابھرے ہوں۔ واٹ کے الفاظ ہیں :

To say that Muhammad was sincere does not imply that he was correct in his beliefs. A man may be sincere but mistaken...What seems to man to come from outside himself, may actually come from his unconscious. (34)

یہ کہنا کہ محمد (ﷺ) مخلص تھے، یہ معنی نہیں رکھتا کہ آپ اپنے عقائد میں صحیح بھی تھے۔ آدمی مخلص ہونے کے باوجود غلطی پر ہوسکتا ہے... جو چیز آدمی کو خارج سے آتی ہوئی محسوس ہو وہ فی الواقع اس کے اپنے لاشعور کی آواز بھی ہوسکتی ہے۔

آپ ﷺ کی کام یابی کو وقت کے تقاضے اور ماحول کی سازگاری سے جوڑنے کی کوشش میں واٹ اگرچہ بہت نمایاں ہیں لیکن اس ضمن میں یہ اکیلے نہیں، اور بھی متعدد مغربی اہل قلم نے اپنے اپنے انداز سے یہ نظریہ پیش کیا ہے۔ مثلاً ولیم میور پیغام محمدی ﷺ کی اشاعت کو احوال وظروف کی موافقت سے یوں جوڑتا ہے کہ آپ (ﷺ) کا پیغام یہودیت کے مقابلے میں مدینے میں اس بنا پر تیزی سے پھیلا کہ یہودیت بدیسی تھی اور اسلام اہل عرب کے نظریات، رسوم ورواجات اور تخیلات وتوہمات کے مطابق تھا۔ وہ لکھتا ہے:

32- W. Montgomery Watt, *Islamic Revelation in the Modern World* (Great Britain: Edinburgh University Press, 1969), 109.

33- Watt, *Islamic Revelation, 110.*

34- Watt, *Muhammad: Prophet and Statesman*, 17.

So good was the ground and the propagation so zealous ,that the faith spread from house to house and from tribe to tribe .The Jews looked on in amazement. The people whom they had for ages sought in vain to convert from the errors of polytheism, were now casting their idols to the moles and to the bats, and professing belief in the One only God. The secret lay in the aptness of the instrument .It was native and congenial. Judaism, foreign in its birth, touched no Arab sympathies .Islam, grafted on the faith and superstition, the customs and nationality of the Arabs, gained ready access to their heart. (35)

حالات اتنے ساز گار تھے اور دعوت و تبلیغ اتنی پرجوش تھی کہ اسلام گھر گھر اور قبیلہ قبیلہ پہنچ گیا۔ یہودی حیرت زدہ تھے، جن لوگوں کو بت پرستی سے نکالنے کے لیے ان کی زمانوں کی محنت کارگر نہ ہو سکی تھی، اب وہ بتوں کو پھینک کر توحید خداوندی کا اقرار کر رہے تھے۔ کام یابی کا راز آلے کے صحیح استعمال میں مضمر تھا۔ اسلام مقامی اور مزاج سے ہم آہنگ تھا۔ یہودیت اپنی اصل کے اعتبار سے بدیسی تھی، لہٰذا وہ عربوں کی ہم دردیاں حاصل نہ کر سکی۔ اسلام عربوں کے عقائد و نظریات، توہمات اور رسوم و رواجات پر مبنی تھا، سو وہ جلد ہی ان کے دلوں میں جاگزیں ہو گیا۔

ایچ۔ اے۔ آر۔ گب (Hamilton Alexander Rosskeen Gibb، ۱۸۹۵-۱۹۷۱) نے کہا کہ حضور (ﷺ) کی کام یابی اور طلوعِ اسلام دراصل مکہ اور مدینہ میں آپ (ﷺ) کی سخت مخالفت کا ردعمل ہے۔ اس کے الفاظ ہیں:

Mohammad was not at the outset the conscious preacher of a new religion .It was opposition and controversy with the Meccans that forced him on from stage to stage, as it was the later opposition in Medina that led to the final emergence of Islam as a new religious community with its distinctive faith and institution. (36)

محمد (ﷺ) ابتدا میں شعوری سطح پر نئے دین کے داعی نہ تھے، یہ اہلِ مکہ کی مخالفت اور دشمنی تھی جس نے آپ (ﷺ) کو رفتہ رفتہ اس پر مجبور کیا۔ بعد ازاں مدینے میں آپ (ﷺ) کی مخالفت ممتاز عقیدے کے حامل ایک نئے مذہبی معاشرے کے ظہور پر منتج ہوئی۔

35- Muir, *Mahomet and Islam,* 58.

36- H. A. R. Gibb, *Mohammedanism:An Historical Survey* (New York: Oxford University press, 1964), 25-26.

لیکن وحیِ محمدی ﷺ کی حالات کی موافقت وسازگاری وغیرہ کی اس جدید فلسفیانہ توجیہ کی بھی اہلِ مغرب کی جانب سے تردید سامنے آگئی۔ یہاں تک کہ زیرِ نظر نظریے کے ضمن میں سب سے نمایاں مستشرق مسٹر واٹ نے بھی بالآخر یہ تسلیم کر لیا کہ آپ ﷺ کی وحی آپ ﷺ کے ذاتی افکار نہیں بلکہ اللہ تعالی کی طرف سے بھیجی ہوئی تعلیم تھی۔ انہوں نے Companion to the Quran کے نظرِ ثانی شدہ ایڈیشن کے دیباچے میں لکھا ہے کہ گو میں ہمیشہ سے یہ سمجھتا تھا کہ محمد (ﷺ) صدقِ دل سے اپنے اوپر وحیِ الٰہی کے قائل تھے، تاہم مجھے ایک عرصے تک آپ (ﷺ) کو پیغمبر تسلیم کرنے میں تامل رہا، اب البتہ میں یہ علی الاعلان کہتا ہوں کہ آپ (ﷺ) عہد نامۂ قدیم کے پیغمبروں کی طرح پیغمبر تھے۔ وہ مختلف قصصِ قرآنی کا قصصِ بائبل سے تقابل کرکے واضح کرتے ہیں کہ قصصِ قرآنی کو بائبل کی بعینہ نقل قرار دینا کسی بھی طرح درست نہیں۔ قصصِ بائبل اور قرآنی قصص میں اس نوعیت کا بنیادی اختلاف ہے کہ اس کی توجیہ بغیر اس کے کوئی نہیں ہو سکتی کہ محمد (ﷺ) پر عہد نامۂ عتیق کے انبیا کی مانند وحی آتی تھی۔ البتہ عہد نامۂ قدیم کے پیغمبر اپنے اپنے ادوار کے مذاہب کو ہدفِ تنقید بناتے تھے اور محمد (ﷺ) کا مقصدِ بعثت ان لوگوں کو ایمان باللہ کی دعوت دینا تھا جو کسی بھی دین کو ماننے کے روادار نہ تھے۔ اس دیباچے میں واٹ نے مشہور مستشرق مترجم قرآن آرتھر جے آربری کے حوالے سے جو کچھ لکھا ہے اس سے واضح ہوتا ہے کہ مسٹر آربری بھی حضور پر وحیِ الٰہی کے قائل تھے۔ مسٹر واٹ لکھتے ہیں کہ آربری نے اپنا ترجمۂ قرآن اس زمانے میں کیا جب وہ ذاتی نوعیت کی پریشانیوں اور مسائل سے دوچار تھے۔ ترجمے کی تکمیل کے بعد انھیں سکونِ قلب اور اطمینان کی دولت میسر آئی جس پر انھوں نے شکریے کا اظہار کیا اور واضح کیا کہ یہ شکریہ وہ اس قوتِ مطلقہ کا ادا کر رہے ہیں جس نے نبی (ﷺ) پر وحی نازل فرمائی۔[۳۷]

آپ ﷺ کے پیروؤں پر آپ ﷺ کی تعلیمات کے ظاہر وباہر اثرات، لاکھوں لوگوں کی زندگیوں میں مثبت تبدیلی کے ظہور اور قرآن میں وارد ہونے والے حقائق کے تناظر میں آپ ﷺ کے سچا نبی ہونے پر دلیل لاتے ہوئے واٹ نے ایک جگہ لکھا:

A religious community developed, claiming to serve God, numbering some thousands in Muhammad's lifetime and now having several hundred million members. The quality of life in

---

۳۷۔ محمد شہباز منج، در "مکاتیب" "الشریعہ، گوجرانوالہ، ۲۵: ۸ (۲۰۱۳)، ۳۸۔

Cf. William Montgomery Watt, *Companion to the Quran* (England: Oneword publication, 1994), 3.

this community has been on the whole satisfactory for the saintliness of life, and countless ordinary people have been enabled to live decent and moderately happy lives in difficult circumstances. These points lead to the conclusion that the view of reality presented in the Qur'an is true and from God, and that therefore Muhammad is a genuine prophet. (38)

خدا کی بندگی کے دعوے کے ساتھ ایک مذہبی معاشرہ تشکیل پذیر ہوا، جس کی تعداد محمد (ﷺ) کے حینِ حیات ہزاروں اور اب کئی سو ملین ہے۔ اس معاشرے میں حیاتِ طیبہ کے لیے معیارِ زندگی مجموعی طور پر قابلِ اطمینان رہا ہے، اور لاتعداد لوگ مشکل حالات میں نفیس اور معتدلانہ خوش کن زندگی گزارنے کے اہل رہے ہیں۔ یہ نکات اس نتیجے پر پہنچاتے ہیں کہ قرآن میں پیش کردہ تصورِ حقیقت سچائی پر مبنی اور من جانب اللہ ہے اور محمد (ﷺ) ایک سچے پیغمبر ہیں۔

واٹ سے پہلے کے کئی اور مصنفین کے ہاں بھی اس حقیقت کا اعتراف پایا جاتا ہے۔ مثلاً فلپ کے ہٹی نے حضور ﷺ کو عہد نامہ قدیم کے پیغمبروں کی طرح سچا پیغمبر تسلیم کرتے ہوئے لکھا:

In his call and message, the Arabian Muhammad was as truly prophetic as any of the Hebrew prophets of the Old Testament.(39)

اپنی دعوت اور پیغام کے اعتبار سے محمد عربی (ﷺ) اسی طرح سچے نبی تھے جیسے عہد نامۂ قدیم کے عبرانی انبیا۔

برطانوی مستشرق آر سی زائنر (Robert Charles Zaehner، ۱۹۱۳-۱۹۷۴) نے آپ ﷺ کی نبوت و رسالت کو ناقابلِ انکار قرار دیتے ہوئے واضح کیا کہ اس کا اقرار پیغمبرانِ بائبل کی نبوت کے اقرار کا تقاضا ہے۔ اگر آپ ﷺ نبی نہیں تو انبیاے بائبل بھی نبی قرار نہیں پاتے۔ اس کے مطابق قرآن آپ ﷺ کی رسالت کا واضح ثبوت ہے۔ زائیز کے الفاظ ہیں:

...There is no criterion by which the gift of prophecy can be withheld from him unless it is withheld from the Hebrew prophets also. The Quran is in fact the quintessence of prophecy. In it you have, as in no other book, the sense of an

38- William Montgomery Watt, *Islam and Christianity Today: A Contribution to Dialogue* (London: Routledge & Kegan Paul, 1983),60-61.

39- Philip K. Hitti, *History of the Arabs* (London: Macmillan, 1946), 113.

absolutely overwhelming Being proclaiming Himself to a people that had not known Him. [40]

...کوئی پیمانہ نہیں جس کی بنا پر تحفۂ نبوت آپ (ﷺ) سے روکا جاسکے، جب تک کہ اسے عہد نامۂ قدیم کے انبیا سے بھی نہ روک لیا جائے۔ قرآن رسالت کا جوہر ہے۔ اس میں آپ کو کسی بھی دوسری کتاب سے بڑھ کر ایک ایسی قادرِ مطلق ہستی کا احساس ہوتا ہے جو خود سے غافل لوگوں کو اپنا تعارف کروا رہی ہے۔

اینی بیسنت(Annie Besant، ۱۸۴۷-۱۹۳۳ء)[۴۱] نے حضور ﷺ کی حیات و تعلیمات پر اپنے لیکچر میں آپ ﷺ کے پیغمبرِ خدائے عظیم اور بہت زیادہ قابلِ عزت وستایش ہونے کا اقرار کرتے ہوئے کہا:

It is impossible for anyone who studies the life and character of the great Prophet of Arabia, who knows how he taught and how he lived, to feel anything but reverence for that mighty Prophet, one of the great messengers of the Supreme. And although in what I put to you I shall say many things which may be familiar to many, yet I myself feel whenever I re-read them, a new way of admiration, a new sense of reverence for that mighty Arabian teacher. [42]

جو شخص بھی عظیم پیغمبرِ عربی (ﷺ) کی حیات و تعلیمات کا مطالعہ کرتا ہے، جو جانتا ہے کہ آپ (ﷺ) نے کیسے تعلیم دی اور کیسے زندگی گزاری، اس کے لیے ناممکن ہے کہ وہ خدائے عظیم کے اس عظیم پیغمبر کی عزت و توصیف کی بجائے کچھ اور محسوس کرے۔ میں آپ لوگوں سے بہت کچھ ایسی چیزیں عرض کرنے جا رہی ہوں جو ممکن ہے آپ میں سے بہت سوں کے لیے اجنبی نہ ہوں لیکن میرا اپنا احساس یہ ہے کہ میں جب بھی ان کا بارِ دگر مطالعہ کرتی ہوں، اس عظیم عربی معلم کے لیے اپنے اندر نئی مدح وستایش اور نئی عزت و عظمت محسوس کرتی ہوں۔

جدید مغرب میں بعض آوازیں ایسی بھی اٹھ رہی ہیں جو اسلام کی درست تفہیم اور اہلِ اسلام سے مکالمے کی غرض سے مسیحیوں کو آپ ﷺ کی نبوت کو قانونی(Official) سطح پر تسلیم کرنے کا مشورہ دے رہی ہیں۔ اول الذکر مقصد کے لیے آپ ﷺ کی شخصیت کو مسلمانوں ہی کی مانند پاکیزہ تصور کرنے کی ضرورت پر زور دیتے ہوئے نارمن ڈینیل رقم طراز ہے:

40- R. C. Zaehner, *At Sunday Times: An Essay in the Comparison of Religions* (London: Faber &Faber, 1958), 27.

۴۱- برطانیہ سے تعلق رکھنے والی سوشلسٹ اور تھیوفسٹ مصنفہ۔ انڈیا اور آئرلینڈ کی آزادی کی موید تھی۔ خواتین کے حقوق پر کام میں شہرت حاصل کی۔ مدراس میں وفات پائی، مرنے کے بعد اس کی نعش کو ہندو رسم کے مطابق جلایا گیا تھا۔

42- Annie Besant, *The Life and Teachings of Muhammad*(Madras:Adyar, 1932), 4.

It is essential for Christians to see Muhammad as a holy figure; to see him, that is, as Muslims see him... If they do not do so, they must cut themselves off from Muslims. [43]

عیسائیوں کے لیے ضروری ہے کہ محمد(ﷺ) کو ایک مقدس شخصیت کا درجہ دیں؛ آپ(ﷺ) کو اسی طرح دیکھیں جیسے مسلمان دیکھتے ہیں... اگر وہ ایسا نہیں کرتے تو وہ خود کو مسلمانوں سے الگ کر لیں گے۔

سوئس کیتھولک مسیحی عالم دینیات ہنس کن(Hans Küng، پیدائش ۱۹۲۸) کے مطابق اگر کیتھولک اور دیگر چرچ اہل اسلام سے مکالے کے خواہش مند ہیں تو انھیں محمد(ﷺ) کی نبوت کو رسمی طور پر(Officially) تسلیم کرنا چاہیے۔(۴۴) مسیحی- مسلم مکالے کے عمل میں شریک تمام عیسائیوں کے حضور ﷺ کو نبی برحق تسلیم کرنے کی ضرورت پر زور دیتے ہوئے ہنس کن نے کہا:

The Christian who wishes to engage in dialogue with the Muslims acknowledges from the outset his or her own conviction of faith that for him or her Jesus is the Christ and so is normative and definitive, but he or she also takes very seriously the function of Muhammad as an authentic prophet. [45]

جو مسیحی مسلمانوں سے مکالے کا خواہش مند ہوتا ہے وہ شروع ہی میں جناب مسیح(علیہ السلام) پر پختہ اور غیر متزلزل اعتقاد رکھتا ہے، اسے محمد(ﷺ) کے کردار کو بھی پوری سنجیدگی سے سچے نبی کے طور پر لینا چاہیے۔

ہنس کن یہودیت، عیسائیت اور اسلام تینوں کو ایک ہی ماخذ سے ماخوذ اور وحی خداوندی پر مبنی باور کراتے ہوئے اس رویے کو سخت تعصب کا شاخسانہ قرار دیتا ہے کہ پیغمبرانِ بائبل کو تو نبی تسلیم کیا جائے لیکن محمد(ﷺ) کی نبوت کا اقرار نہ کیا جائے، اس کے الفاظ یہ ہیں:

Do not these three Semitic religions—Judaism, Christianity and Islam—have the same origin? Does not One and the same God speak loudly and clearly in these religions? Does not the Old Testament's ' Thus says the Lord' correspond to the Qur'an's 'say', as the Old Testament's 'go and tell' matches the Qur'an's

---

43- Daniel, *Islam and the West: The Making of an Image*, 336.

44- See: HansKüng,*Christianity and World Religions: Paths of Dialogue with Islam, Hinduism and Buddhism* (New York, Maryknoln, Orbis Books, 1993), 27.

45- Hans Küng, "Towards an Ecumenical Theology of Religions: Some Theses for Clarification.", Hans Küng & J. Moltmann, eds., *Christianity among World Religions* (Edinburgh: T&T Clark Ltd, 1986), 124.

'take your stand and warn'... it is only dogmatic prejudice when we [Christians] recognize Amos and Hosea, Isaiah and Jeremiah, as prophets, but not Muhammad. [46]

کیا تینوں مذاہب، یہودیت، عیسائیت اور اسلام، کی اصل ایک ہی نہیں؟ کیا ان مذاہب میں واضح اور بلند آہنگ سے ایک ہی خدا نہیں بول رہا؟ کیا عہد نامۂ قدیم کا "خدا کہتا ہے" قرآن کے "کہو" سے مشابہ نہیں، جیسے کہ عہد نامۂ قدیم کا "جاؤ اور بتاؤ" قرآن کے "اٹھو اور ڈراؤ" سے مطابقت رکھتا ہے... یہ سخت تعصب ہے کہ ہم عیسائی آموس، حوزیہ، اشعیا اور ارمیا کو تو نبی مانیں لیکن محمد (ﷺ) کی نبوت کا انکار کریں۔

کلیسائے یورپ کے زیر انتظام ذالسبرک (Salzburg) میں منعقد ہونے والی مسیحی- مسلم کانفرنس (۱۹۸۴ء) میں واضح کیا گیا کہ مسیحی عہد نامۂ قدیم کے سلسلۂ انبیا کا احترام کرتے ہیں۔ یہ انبیا لوگوں کو خدا کی بندگی کی دعوت دیتے تھے۔ محمد (ﷺ) کو جھوٹا نبی قرار دے کر اس سلسلے سے نکالنا ناانصافی ہے۔ مسیحیوں کو اس میں کوئی مضایقہ نہیں کہ وہ آپ (ﷺ) کو اسی سلسلۂ انبیا کی ایک کڑی مانیں، ماضی میں بعض نے ایسا کیا ہے:

"Christians respect the prophetic tradition of the Old Testament. It calls people to repentance in the service of the One God. It is unjust to dismiss Muhammad out of hand as a false prophet. Christians may recognize Muhammad as part of the same prophetic tradition and in the past some have done so". [47]

نبوتِ محمدی ﷺ کی آفاقیت کی مخالفت اور اس کا دفاع

عصر حاضر کے بہت سے نمایاں مستشرقین اور سیرت پر لکھنے والے مغربی اہل قلم اس نتیجے پر تو پہنچ چکے ہیں کہ حضور ﷺ اللہ کے پیغمبر تھے لیکن انھوں نے یہ موقف اختیار کیا ہے کہ آپ ﷺ صرف اہل عرب کی ہدایت کے لیے آئے تھے، باقی دنیا آپ ﷺ کی مخاطب نہیں۔ وہ اس ضمن میں بعض قرآنی آیات اور دیگر اسلامی روایات سے استدلال کر کے یہ باور کرانے کی کوشش کرتے ہیں کہ آپ ﷺ ان لوگوں ہی کے لیے نبی تھے جن میں پہلے کوئی نبی نہیں آیا تھا۔ یہود و نصاریٰ، جن کے پاس پہلے ہی تسلسل کے ساتھ رسول آتے رہے اور جن کے پاس خدائی پیغام اور ہدایت موجود ہے، ان کو پیغامِ حق پہنچانا نہ آپ ﷺ کی ذمے داری تھی اور نہ آپ ﷺ نے

46- Küng, *Christianity among World Religions*, 26.

47- Conference of European Churches, *Witness to God in Secular Europe* (Geneva Conference of European Churches, 1984), 56.

ایسا کیا۔ یہ تصور عصر حاضر کے ان مغربی مصنفین کے ہاں بہت عام ہے جو عموماً آپ ﷺ کے ہم دردانہ و غیر جانب دارانہ مطالعے کے لیے معروف ہیں، اور مختلف مغربی الزامات سے آپ ﷺ کا دفاع کرتے ہیں، مثلاً منٹگمری واٹ، کیرن آرمسٹرانگ اور کارل ارنسٹ (پیدائش ۱۹۵۰ء) وغیرہ۔ منٹگمری واٹ آپ ﷺ کی نبوت کو عہد نامۂ قدیم کے پیغمبروں کی نبوت سے تشبیہ دے کر آپ ﷺ کو اہل عرب کا نبی باور کراتے ہوئے لکھتا ہے:

...I maintain that the only reasonable explanation of this fact is that Muhammad was as truly inspired by God as were the Old Testament prophets. Moreover, while the latter were for the most part critics of an existing religion as it was being practiced, Muhammad had the mission of bringing belief in God to people with virtually no religion.(48)

...میرے نزدیک اس حقیقت کی یہی معقول توجیہ ہے کہ محمد (ﷺ) کو اسی طرح خدا کی جانب سے وحی آتی تھی جیسے عہد نامۂ قدیم کے انبیا کو۔ مزید برآں جہاں موخر الذکر بالعموم پہلے سے موجود اور زیر عمل مذہب کی تنقیح کے ذمے دار تھے محمد (ﷺ) کا مشن ان لوگوں کو خدا کا یقین دلانا تھا جن کے پاس قبل ازیں کوئی مذہب نہ تھا۔

اسی خیال کا اظہار کرتے ہوئے واٹ نے ایک دوسرے مقام پر لکھا:

Muhammad was a prophet comparable to the Old Testament prophets, though his function was somewhat different. The latter were primarily critics of deviations from an existing religion, whereas he had to bring knowledge of God and of his commands to a people without any such knowledge. (49)

محمد (ﷺ) عہد نامۂ قدیم کے انبیا کی مانند نبی تھے، اگرچہ آپ (ﷺ) کا کام کچھ مختلف تھا۔ عہد نامۂ قدیم کے نبی اصلاً موجود مذہب میں راہ پا جانے والے انحرافات کی اصلاح کرنے والے تھے، جب کہ محمد (ﷺ) کو ایسے لوگوں کو خدا اور اس کے احکام کی پہچان کرانا تھی جن کے پاس اس نوع کی کوئی معلومات موجود نہ تھیں۔

کارل ارنسٹ یہ وضاحت کرتے ہوئے کہ ابتداً اہل اسلام نے یہود و نصاریٰ سے اسلام لانے کا کوئی مطالبہ نہیں کیا، لکھتا ہے:

48- Watt, *Companion to the Quran*,4.

49- William Montgomery Watt, *Religious Truth for Our Time* (Oxford: Oneworld, 1995), 80.

...there was never any requirement that Jews and Christians should have to convert to Islam. (50)

...ایسا کبھی کوئی مطالبہ نہیں تھا کہ یہودیوں اور عیسائیوں کو دائرۂ اسلام میں داخل ہونا چاہیے۔

کیرن آرمسٹرانگ نہایت قطعیت سے دعوی کرتی ہے:

There is no evidence that Muhammad saw Islam as a universal religion which would supersede the revelations of the People of the Book. It was still a religion for the sons of Ishmael, as Judaism was a religion for the sons of Jacob. (51)

ایسی کوئی شہادت نہیں کہ محمد (ﷺ) نے اسلام کو ایک ایسے آفاقی مذہب کی صورت میں دیکھا، جسے اہل کتاب کی وحیوں کی جگہ لینی تھی۔ یہ محض بنی اسمعیل کا مذہب تھا، جیسا کہ یہودیت بنی اسرائیل کا مذہب تھی۔

لیکن مغرب کا آفاقیتِ محمدی ﷺ کا یہ انکار بھی کسی مضبوط علمی دلیل پر مبنی نہیں۔ آپ ﷺ کی آفاقیت کے حق میں نہایت قوی اور قطعی دلائل موجود ہیں۔ مغربی اہل علم ان پر غور کریں گے تو انھیں اپنے اس موقف پر ضرور نظر ثانی کرنا پڑے گی کہ آپ ﷺ صرف اہل عرب کے نبی تھے یا آپ ﷺ اپنی دعوت کو صرف یہیں تک محدود سمجھتے تھے۔ جن اہلِ مغرب نے اس حقیقت پر غور کیا ہے ان کے ہاں اس کا اقرار و اعلان ملتا بھی ہے۔ تاہم یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ تصورِ آفاقیت ابھی موجودہ سنجیدہ مغربی اہل علم و تحقیق کے ہاں پورے طور پر آشکار نہیں ہو سکا۔ یہاں ہم کوشش کریں گے کہ آپ ﷺ کی آفاقیت پر مغربی مصادر سے سامنے آنے والے دلائل سے قبل چند گزارشات پیش کر دیں۔

اسلام اور نبوتِ محمدی ﷺ کے تمام اہلِ عالم کے لیے ہونے اور حضور ﷺ کی اس ضمن میں کوششوں کے شواہد اس قدر واضح ہیں کہ ان کو جھٹلانا بھی تعصب یا کم از کم قرآن و سنت اور دیگر اسلامی مصادر سے صرفِ نظر کیے بغیر ممکن نہیں۔ یہ سوال کہ حضرت محمد ﷺ نے یہودیوں اور عیسائیوں کو دعوتِ اسلام نہیں دی اور آپ ﷺ اسلام کو اہلِ کتاب وغیرہ کا نہیں محض عربوں کا دین خیال کرتے تھے، قرآن و حدیث اور تاریخی حقائق کے سراسر خلاف ہے۔ یہ حقائق بتاتے ہیں کہ آپ ﷺ نے مختلف اوقات میں اہلِ کتاب کو بھرپور انداز سے دعوتِ اسلام دی۔ قرآن کریم کی بہت سی آیات میں اس دعوت کا ذکر ہے۔ ایک جگہ ارشاد ہے:

50- Carl W Ernst, *Following Muhammad: Rethinking Islam in the contemporary world* (Chapel Hill & London: The University of North Carolina Press, 2003), 90.

51- Armstrong, *Muhammad: A Biography of the Prophet*, 211-12.

﴿قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍۭ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهٖ شَيْئًا وَّلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُوْلُوا اشْهَدُوْا بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ﴾ (۵۲)

کہیے !اے اہل کتاب! آؤ ایک ایسی بات کی طرف جو ہمارے اور تمھارے درمیان یکساں ہے۔ یہ کہ ہم اللہ کے سوا کسی کی بندگی نہ کریں، اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں، اور ہم میں سے کوئی اللہ کے سوا کسی کو اپنا رب نہ بنائے۔ پھر اگر وہ (اس دعوت کو قبول کرنے سے) اعراض کریں تو تم کہو! گواہ رہو کہ ہم تو (اللہ کے حضور) سر تسلیم خم کرنے والے ہیں۔

ایک اور مقام پر فرمایا گیا:

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ اٰمِنُوْا بِمَا نَزَّلْنَا مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ نَّطْمِسَ وُجُوْهًا فَنَرُدَّهَا عَلٰٓى اَدْبَارِهَآ اَوْ نَلْعَنَهُمْ كَمَا لَعَنَّآ اَصْحٰبَ السَّبْتِ ؕ وَكَانَ اَمْرُ اللّٰهِ مَفْعُوْلًا﴾ (۵۳)

اے وہ لوگو جن کو کتاب دی گئی ہے! اس کتاب پر ایمان لے آو جو ہم نے (حضرت محمد ﷺ پر) نازل کی ہے، جو اس کتاب کی تصدیق کرتی ہے جو تمھارے پاس ہے۔ اس سے قبل کہ ہم چہرے بگاڑ کر پیچھے پھیر دیں یا ان کو لعنت زدہ کر دیں جس طرح سبت والوں کو لعنت زدہ کیا تھا۔ اور اللہ کا حکم تو ہو کر رہتا ہے۔

حیرت ہے ان اور اس نوع کی دیگر متعدد آیات (جن میں صریحاً اہل کتاب کو دعوتِ اسلام کا ذکر ہے) کے ہوتے ہوئے، بڑے بڑے نام ور اور معروضی طرزِ فکر و تحقیق کے لیے معروف مغربی اہلِ قلم کیسے یہ دعوی کر دیتے ہیں کہ آپ ﷺ نے صرف اہل عرب کو دعوتِ اسلام دی اور یہود و نصاری سے اس ضمن میں کوئی تعرض نہیں کیا۔

قرآن حکیم کی ان واضح شہادتوں کے علاوہ کتبِ سیرت میں بھی نبی اکرم ﷺ کی طرف سے یہودیوں کو دعوت اسلام کے کئی شواہد ملتے ہیں، جن میں کچھ مکتوبات کی شکل میں موجود ہیں۔ ڈاکٹر حمید اللہ کے مطابق سیرت ابن ہشام میں بنی قینقاع سے تعلقات کے سلسلے میں جو تبلیغی انداز ہے، قدیم ترین معلوم ہوتا ہے۔ اس میں ان کو آپ ﷺ حلف دے دے کر پوچھتے تھے کہ کیا توریت میں میری پیش گوئی نہیں ہے۔ اگر تم قسم کھا کر کہو کہ نہیں ہے تو پھر تم سے کوئی مواخذہ نہیں۔ اسی مفہوم کا ایک مکتوبِ نبوی ﷺ بھی ملتا ہے، جو خیبر کے یہودیوں کے نام ہے۔ اس میں ان کو خدا کی نعمتیں یاد دلائی گئی ہیں اور توریت کی بشارتوں کے مصداق پر ایمان لانے کی دعوت بھی

۵۲- القرآن ۳: ۶۴۔

۵۳- القرآن ۴: ۴۷؛ مزید دیکھیے: القرآن ۳: ۲۰؛ القرآن ۳: ۱۱۰؛ القرآن ۳: ۱۹۹؛ القرآن ۵: ۱۹؛ القرآن ۲۸: ۵۰ وغیرہ۔

کہہ کر دی گئی ہے کہ اگر واقعی توریت میں ذکر نہ ہو تو پھر تم سے کوئی خصوصی مطالبہ نہیں۔ غالباً یہ مکتوب بھی اسی زمانے کا ہے اور خصوصی قاصد کے ذریعے سے خیبر بھیجا گیا تھا، مگر اس کا کوئی مفید نتیجہ نہ نکلا۔ ۳ھ کے وسط میں بنو قینقاع کے یہودیوں نے ایک مسلمان عورت کی بے حرمتی کی۔ جس پر کچھ کشت و خون ہوا۔ رسول اکرم ﷺ کی سیاست یہ تھی کہ ہر چیز پر تبلیغ دین مقدم رہے۔ چناں چہ اس عہد شکنی اور فساد کے سلسلے میں بھی آپ ﷺ نے ان کے پاس جاکر انھیں (پہلے) اسلام لانے کی دعوت دی۔[۵۴]

قرآن کریم اور کتبِ سیرت کے اس قبیل کے شواہد کے پیش نظر یہ حقیقت روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ نبی اکرم ﷺ یہودِ مدینہ کو مسلسل دعوتِ اسلام دیتے رہے۔ البتہ یہودیوں کی طرف سے اس دعوت کا جواب اکثر وبیشتر محض سازشوں، بدعنوانیوں، جعل سازیوں اور آیاتِ الٰہی کو جھٹلانے و چھپانے ہی کی شکل میں دیا گیا، چناں چہ قرآن نے کئی مقامات پر آپ ﷺ اور اہل اسلام کی یہودیوں سے متعلق خواہش و کوششِ قبول اسلام اور یہودیوں کے مذکورہ نوعیت کے رویوں کا ذکر کیا ہے۔ مثلاً ایک مقام پر فرمایا:

﴿اَفَتَطْمَعُوْنَ اَنْ يُّؤْمِنُوْا لَكُمْ وَقَدْ كَانَ فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ يَسْمَعُوْنَ كَلٰمَ اللّٰهِ ثُمَّ يُحَرِّفُوْنَهٗ مِنْۢ بَعْدِ مَا عَقَلُوْهُ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ۝ وَاِذَا لَقُوا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قَالُوْٓا اٰمَنَّا ۚ وَاِذَا خَلَا بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ قَالُوْٓا اَتُحَدِّثُوْنَهُمْ بِمَا فَتَحَ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ لِيُحَآجُّوْكُمْ بِهٖ عِنْدَ رَبِّكُمْ ۭ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ۝ اَوَلَا يَعْلَمُوْنَ اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا يُسِرُّوْنَ وَمَا يُعْلِنُوْنَ﴾[۵۵]

کیا پھر تم امید رکھتے ہو کہ وہ تمھارے کہنے پر ایمان لے آئیں گے، حالاں کہ ان میں ایک گروہ ایسا ہے جو اللہ کا کلام سنتے ہیں پھر اس کو سمجھ لینے کے بعد جان بوجھ کر بدل دیتے ہیں۔ اور جب یہ ایمان والوں سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں: ہم ایمان لائے۔ اور جب ایک دوسرے کے ساتھ تنہا ہوتے ہیں تو کہتے ہیں: کیا تم انہیں وہ کچھ بتاتے ہو جو اللہ نے تم پر ظاہر کیا ہے تاکہ وہ اس کے ذریعے تمھارے اوپر تمھارے رب کے سامنے دلیل لائیں، کیا تم سمجھتے نہیں؟ کیا یہ نہیں جانتے کہ اللہ جانتا ہے جو یہ چھپاتے اور ظاہر کرتے ہیں۔

ایک دوسری جگہ ارشاد ہوا: ﴿قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ۖ وَاللّٰهُ شَهِيْدٌ عَلٰى مَا تَعْمَلُوْنَ﴾[۵۶] (کہیے! اے اہل کتاب! تم کیوں اللہ کی آیات کا انکار کرتے ہو؟ اور اللہ، جو کچھ تم کر رہے، دیکھ رہا ہے۔)

۵۴- محمد حمید اللہ، رسول اکرم کی سیاسی زندگی (کراچی: دارالاشاعت، س ن)، ۲۲۳۔

۵۵- القرآن ۲: ۷۵-۷۷۔

۵۶- القرآن ۳: ۹۸۔

جہاں تک مغربی اہلِ قلم کے اس خیال کا تعلق ہے کہ آپ ﷺ کا مذہب اور پیغام آفاقی و عالم گیر نہیں تو یہ بھی اسی نوع کا ایک باطل خیال ہے جیسا کہ یہود و نصاری کو دعوتِ اسلام نہ دینے کا، اس لیے کہ اس کے خلاف بھی اسی قبیل کے واضح اور روشن دلائل ہیں۔ قرآن کی بہت سی آیات نبوت و دعوتِ محمدی ﷺ کی عالم گیریت و آفاقیت پر مہر تصدیق ثبت کر رہی ہیں۔ مثلاً ایک آیت مبارکہ ہے: ﴿وَمَآ أَرْسَلْنٰكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِينَ﴾ (۵۷) (اور ہم نے آپ (ﷺ) کو سارے جہان کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔) ایک اور مقام پر ارشاد ہے:﴿وَمَآ أَرْسَلْنٰكَ إِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيرًا وَّنَذِيرًا وَّلٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ﴾ (۵۸) (ہم نے آپ ﷺ کو تمام لوگوں کے لیے خوش خبریاں سنانے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے، لیکن اکثر لوگ علم نہیں رکھتے۔) ایک آیتِ قرآنی ہے: ﴿قُلْ يَآأَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي رَسُولُ اللّٰهِ إِلَيْكُمْ جَمِيعًا﴾ (۵۹) (آپ ﷺ کہہ دیجیے کہ اے لوگو! میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں۔)

یہ آیات رسالتِ محمدی ﷺ کی عالم گیریت کے اثبات میں بالکل واضح ہیں۔ جو رسول تمام جہانوں کے لیے رحمت ہو، تمام بنی نوع انسان کی طرف بھیجا گیا ہو اور سب کے لیے بشیر و نذیر ہو اس کو صرف عرب تک محدود کیسے قرار دیا جا سکتا ہے؟

قرآن میں حضور ﷺ کی آفاقیت پر ایک اہم دلیل یہ بھی ہے کہ آپ ﷺ کے علاوہ تمام انبیا نے اپنی اپنی اقوام کو دعوتِ حق پیش کی اور آفاقیت کا دعوی نہیں کیا۔ سورۃ الشعراء میں متعدد انبیا کی اپنی اقوام کو دعوت کا ذکر ہے اور ان کے اندازِ تخاطب سے بالکل عیاں ہے کہ ان کی دعوت اپنی اپنی قوم تک محدود تھی۔ (۶۰) انجیل بھی اس حقیقت پر شاہد ہے، مثال کے طور پر حضرت عیسی علیہ السلام کا بیان ہے:

I was sent only to the lost sheep of the house of Israel...It is not right to take the children's bread and toss it to the dogs. [61]

میں تو فقط بنی اسرائیل کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کی طرف بھیجا گیا تھا... بچوں کی روٹی کتوں کے آگے ڈالنا روا نہیں۔

۵۷- القرآن ۲۱:۱۰۷۔

۵۸- القرآن ۳۴:۲۸۔

۵۹- القرآن ۷:۱۵۸۔

۶۰- القرآن ۲۶: ۹-۱۹۱۔

61- Mathew, *part of the Holy bible: A New translation from the Greek* by David Robert Palmer, February 2011 Edition, Chapter15, Verse24, 26.

جو آدمی آپ ﷺ کو پیغمبرِ خدا مانے وہ لازماً قرآن کو کلامِ الٰہی تسلیم کرے گا اور قرآن کو کلامِ الٰہی ماننے والا آپ کی نبوت کی آفاقیت کو کسی طور نہیں جھٹلا سکتا؛ اس لیے کہ قرآن اس پر نہایت واضح ہے، آپ ﷺ کی آفاقیت کی تکذیب قرآن کی تکذیب کے بغیر ممکن نہیں۔ لہٰذا آپ کو نبی اور قرآن کو کلامِ الٰہی مان لینے والے اہلِ مغرب کے پاس آپ ﷺ کی آفاقیت کے انکار کا کوئی جواز نہیں۔ علامہ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے اسی دلیل سے آپ ﷺ کی آفاقیت کو ثابت کیا ہے۔ انھوں نے لکھا ہے کہ آپ ﷺ کو اہلِ عرب کا نبی تسلیم کرنا اس بات کو مستلزم ہے کہ آپ ﷺ کو عالم گیر نبی مانا جائے۔ آپ ﷺ کی رسالت کے آفاقی ہونے کا انکار اور آپ ﷺ کی نبوت کا اقرار دو متناقض باتیں ہیں۔ ابن تیمیہ کے الفاظ ہیں:

فالإقراربرسالته إلى العرب دون غيرهم مع ما ظهر من عموم دعوته للخلق كلهم، قول متناقض ظاهر الفساد وكل ما دل عليه أنه رسول فإنه يستلزم رسالته إلى جميع الخلق وكل من اعترف بأنه رسول لزمه الاعتراف بأنه رسول إلى جميع الخلق.[۶۲]

سو آپ ﷺ کی تمام مخلوق کو دعوت کے واضح دلائل کے ہوتے ہوئے، آپ ﷺ کی رسالت کا صرف عربوں کی حد تک اقرار ایک متناقض و باطل قول ہے۔ ہر وہ دلیل جو آپ ﷺ کی رسالت پر دلالت کرتی ہے آپ کے تمام مخلوق کے لیے نبی ہونے پر بھی دال ہے۔ آپ ﷺ کی رسالت کا اقرار کرنے والے ہر شخص کو یہ ماننا پڑے گا کہ آپ ﷺ تمام مخلوق کی طرف نبی بن کر تشریف لائے ہیں۔

قرآن کے ساتھ ساتھ احادیث سے بھی آپ ﷺ کی نبوت کی عالم گیریت کا واضح اثبات ہوتا ہے۔ مثلاً فرمایا: "وَكَانَ النَّبِيُّ يُبْعَثُ إِلَى قَوْمِهِ خَاصَّةً وَبُعِثْتُ إِلَى النَّاسِ عَامَّةً"[۶۳] (پہلے نبی صرف اپنی قوم کی طرف بھیجا جاتا تھا، مجھے کائنات کے تمام انسانوں کے لیے نبی بنا کر بھیجا گیا ہے۔)

ایک حدیث میں آپ ﷺ نے پانچ چیزوں کا ذکر فرماتے ہوئے (جو آپ کے سوا کسی اور نبی کو نہیں دی گئیں)، فرمایا: "بُعِثْتُ إِلَى الْأَحْمَرِ وَالْأَسْوَدِ"[۶۴] (میں سرخ و سیاہ سب کی طرف مبعوث کیا گیا ہوں۔)

۶۲- احمد بن تیمیہ، **الجواب الصحيح لمن بدل دين المسيح**، تحقیق، علی بن حسن و دیگر (السعودیہ: دار العاصمة، ۱۹۹۱ء)، ۱: ۴۴۸۔

۶۳- ابو عبد اللہ محمد بن اسمٰعیل، الجعفی البخاری، **صحيح البخاري**، تحقیق، محمد زہیر بن ناصر الناصر (دار طوق النجاة، ۱۴۲۲ھ)، ۱، ۱۷۴، رقم: ۳۳۵۔

۶۴- عبد اللہ بن عبد الرحمن الدارمی (بیروت: دار الکتب العلمیة، ۱۴۰۷ھ)، **سنن الدارمي**، ۲: ۲۹۵۔

بہت سے عقلی دلائل بھی اس حقیقت کو واضح کرتے ہیں:

رسول اکرم ﷺ ایک ایسی رسالت کے ساتھ مبعوث ہوئے جو عام بھی ہے اور تمام بھی۔ یہ انسانی مصلحتوں اور تقاضوں کو مکمل طور پر پورا کرنے والی ہے اور اسی میں تمام لوگوں کی دنیا اور آخرت کی نیک بختی پوشیدہ ہے۔ اس حقیقت کا ادراک آپ ﷺ کی عطا کردہ شریعت کو بہ نظر انصاف دیکھنے والا ہر شخص آسانی سے کر سکتا ہے۔

زندگی کے تمام گوشوں پر محیط مسائل کے حل کے لیے جس قدر حضور ﷺ کی تعلیمات چودہ سو سال سے زائد عرصے سے رہ نمائی کر رہی ہیں وہ بھی آپ ﷺ کی دعوت کے آفاقی ہونے پر ایک بہت بڑی دلیل ہے۔

حضرت محمد ﷺ کے سوا دنیا میں کوئی ذات ایسی نہیں جو انسانی زندگی کے تمام پہلوؤں میں ہماری کامل رہ نمائی کر سکے؛ یہاں تک کہ بڑے اور معروف مذاہب کے پیروکار اپنے مذاہب کے بانیوں کو زندگی کے ہر شعبے کے لیے بہترین نمونہ عمل کے طور پر پیش بھی کم ہی کرتے ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام، مہاتما بدھ، کرشن جی، رام چندر جی، بابا نانک وغیرہ کے پیروکاروں میں سے کم ہی ہوں گے جو اس بات کے دعوے دار ہوں کہ زندگی کے ہر شعبے کے لیے ہمارے رہ نما کی رہ نمائی کافی ہے۔ اس لیے کہ گو یہ لوگ نیک اور بھلے انسان ہیں، ان کی سیرت زندگی کے ہر شعبے اور بالخصوص آج کی ترقی یافتہ دنیا کے بہت سے امور میں رہ نمائی کا سامان اپنے اندر نہیں رکھتیں۔ اس کے برعکس اہلِ اسلام نہایت وسیع پیمانے پر آپ ﷺ کی زندگی کو کامل نمونۂ عمل کے طور پر پیش کرتے ہیں اور نہایت محکم دلائل کی بنیاد پر ڈنکے کی چوٹ پر کہتے ہیں کہ ہمارا رہ نما زندگی کے ہر شعبے میں انسانیت کا رہ نما ہے اور یہ چیز آپ ﷺ کی رسالت کے آفاقی ہونے کے بغیر ممکن نہیں۔

اہلِ اسلام کے ہاں آپ ﷺ کا آخری نبی ہونا مسلمہ عقیدہ ہے۔ اہلِ اسلام نے اپنے اندر ہزار اختلافات گوارا کیے لیکن کسی مدعیٔ نبوت کو اپنی صفوں میں گوارا نہیں کیا۔ یہ ختمِ نبوت بھی آپ ﷺ کی آفاقیت کی ناقابلِ انکار دلیل ہے۔ جب اور کوئی نبی نہیں آنا تو لامحالہ قیامت تک کے اور تمام علاقوں اور ممالک کے لوگوں کو آپ ﷺ ہی سے رہ نمائی لینا ہے، اور یہ رہ نمائی جبھی ممکن ہے جب آپ ﷺ عالم گیر نبی ہوں۔ گویا آپ ﷺ کی عالم گیریت کا انکار آپ ﷺ کی ختمِ نبوت کا انکار ہے اور آپ ﷺ کی ختمِ نبوت کا انکار آپ ﷺ کی نبوت کا انکار ہے۔ لہٰذا جو شخص آپ ﷺ کو نبی مانے اسے آپ ﷺ کو عالمی نبی بھی ماننا پڑے گا، ورنہ وہ اپنے دعوائے اقرارِ رسالتِ محمدی ﷺ میں معتبر قرار نہیں پا سکے گا۔ یہی وجہ کہ ماہرینِ شریعت آپ ﷺ کی ختم

نبوت کو آپ ﷺ کی رسالتِ عامہ کی ایک بہت بڑی دلیل کے طور پر پیش کرتے ہیں۔**مقاصد الشریة الإسلامیة** کے مصنف ابن عاشور اسی دلیل سے شریعتِ اسلامیہ کو شریعتِ عامہ ثابت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

معلوم بالضرورة من الدين أن شريعة الإسلام جاءت شريعة عامة داعية جميع البشر إلى اتباعها؛ لأنها لما كانت خاتمة الشرائع استلزم ذلك عمومها لا محالة سائر أقطار المعمور، وفي سائر أزمنة هذا العالم. والأدلة على ذلك كثيرة من نصوص القرآن والسنة الصحيحة بحيث بلغت مبلغ التواتر المعنوي.[۶۵]

ضرورتِ دین سے واضح ہے کہ شریعتِ اسلامیہ شریعتِ عامہ ہے، جو تمام بنی نوع انسان کو اپنی اتباع کی دعوت دیتی ہے۔ اس کا آخری شریعت ہونا اس کے عموم اور تمام اہلِ عالم اور تمام ازمنہ کے لیے ہونے کو مستلزم ہے۔ اس امر پر قرآن اور سنتِ صحیحہ کے بکثرت دلائل ہیں، جو معنوی تواتر کے درجے کو پہنچے ہوئے ہیں۔

آپ ﷺ کو چالیس سال کی عمر میں پہلی قرآنی وحی موصول ہوئی تو جو آیات نازل ہوئیں ان میں واضح طور خلق، قلم اور علم کے حوالے سے انسان کا لفظ مطلقاً استعمال کیا گیا۔ ارشاد ہوا: ﴿اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ ۚ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۚ اِقْرَاْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ ۙ الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ۙ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ یَعْلَمْ﴾[۶۶] (اپنے رب کے نام سے پڑھیے جس نے پیدا کیا۔ انسان کو جونک کی طرح کو وجود سے بنایا۔ پڑھیے اور آپ کا رب بڑا کریم ہے۔ جس نے قلم سے علم سکھایا۔ آدمی کو وہ سکھایا جو وہ نہیں جانتا تھا۔)

علاوہ ازیں قرآن حکیم میں جگہ جگہ مطلقاً بنی نوع انسان سے خطاب کیا گیا ہے۔ یہ بھی اس بات کا ثبوت ہے کہ آپ ﷺ کی رسالت محض عرب تک محدود نہ تھی، بلکہ اس کا دائرہ تمام بنی نوع انسان کو محیط تھا۔

❖ تعلیماتِ نبوی اور اس کی دعوت میں ایک تدریج کارفرما رہی ہے۔ اسلامی دعوت اپنے مواد، اسلوب اور ظروف کے اعتبار سے چند زمانی اور مکانی مراحل سے گذری ہے، جس کے دو مرکزی ادوار ہیں:

۱۔ مکی دور (۶۱۰ء - ۶۲۲ء)

۲۔ مدنی دور (۶۲۲ء - ۶۳۲ء)

۶۵۔ محمد الطاہر ابن عاشور، **مقاصد الشریعة الإسلامیة** (تونس: دار السلام، دار سحنون، ۱۴۳۰ھ)، ۱۰۰۔

۶۶۔ القرآن ۹۶: ۲-۵۔

اس دوران میں آپ ﷺ نے جس عظیم اور عالمی دعوت کو اپنی زندگی میں ہی باحسن وجوہ کامرانی سے ہم کنار کیا اس پیغمبرانہ جدوجہد کی کامیابی میں چند اہم مرکزی اقدامات وواقعات کا کردار کلیدی رہا، پہلا اقدام ۱ھ میں اسلامی ریاستِ مدینہ کا قیام، دوسرا ۸ھ میں فتح مکہ، تیسرا ۱۰ھ میں خطبہ حجۃ الوداع کے ذریعے ایک نئے عالمی نظام کا آوازہ اور چوتھا مشرق سے مغرب تک عالمی سطح پر اسلامی دعوت کی تحریک کو بپا کر دینا تھا۔ دعوت کے مرکزی نکات میں توحید، رسالت، آخرت، کرامتِ انسانی وغیرہ امور شامل تھے اور یہ ایک آفاقی پیغام ہے جو آپ ﷺ نے تمام انسانیت تک پہنچایا۔ اس پیغام کے ہر جز میں آفاقیت ہے۔ عبادت کو ہی لیجیے؛ قرآن اور صاحبِ قرآن نے اپنے مخاطبین کو یہ تعلیم دی ہے کہ وہ اس بات پر ایمان اور اعتقاد رکھیں کہ اس کائنات کی ہر چیز اللہ کی عبادت اور بندگی بجالاتی ہے۔ اکیلا انسان ہی یہ عبادت سرانجام نہیں دیتا۔ ارشاد ہے: ﴿تُسَبِّحُ لَهُ السَّمٰوٰتُ السَّبْعُ وَالْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهِنَّ ۭ وَاِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ وَلٰكِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِيْحَهُمْ﴾ [۶۷] (ساتوں آسمان، زمین اور جو کچھ اُن میں ہے اس کی تسبیح کرتی ہے اور ہر چیز اس کی حمد کے ساتھ تسبیح کرتی ہے لیکن تم ان کی تسبیح کو سمجھتے نہیں۔)

یوں اسلامی عقیدہ انسان اور اس کے ارد گرد مادی کائنات کے مابین ایک مضبوط رشتہ استوار کر دیتا ہے؛ چرند پرند، جمادات، نباتات اور حیوانات سب کے ساتھ محبت کا ایک تعلق پیدا کر دیتا ہے۔ کائنات کی تمام اشیا اسی قادرِ مطلق کی تقدیر کی پابند اور اسی کی اطاعت گزار ہیں۔ اسلام کا انسان اور کائنات کو اس انداز سے لینا بھی اس کی آفاقیت کی دلیل ہے۔

حضور ﷺ کے پیروکاروں کا آپ ﷺ کی دعوت کو دنیا کے دور دراز علاقوں میں پہنچانا اور اس کے لیے ان تھک جدوجہد کرنا بھی اس بات کی گواہی ہے کہ آپ ﷺ کی دعوت تمام بنی نوع انسان کے لیے تھی۔ اس کام کے لیے آپ ﷺ سے انتہائی عقیدت ومحبت رکھنے والے بہت سے اصحابِ رسول ﷺ نے خود کو وقف کر لیا تھا۔ کوئی انصاف پسند اس بات کو تسلیم نہیں کر سکتا کہ حضور ﷺ نے اپنی دعوت کے مخاطب صرف عربوں کو قرار دیا ہو اور آپ ﷺ کے جانثار صحابہ رضوان اللہ علیہم اسے تمام عالم میں پہنچانے کا عزم لے کر نکل کھڑے ہوں۔

آپ ﷺ نے خطبہ حجۃ الوداع میں جو سب انسانوں کے لیے درسِ مساوات دیا وہ بھی آپ ﷺ کی آفاقیت ثابت کر رہا ہے۔ آپ نے فرمایا: "يا أيُّها النَّاسُ! إنَّ ربَّكم واحد، وإنَّ أباكم واحد، ألا

۶۷- القرآن ۱۷:۴۴۔

لا فضلَ لعربي على عجمي ولا لعجمي على عربي ولا لأحمرَ على أسودَ ولا لأسود على أحمرَ الإ بالتقوى."(۶۸) (اے لوگو! بے شک تمھارا رب ایک ہے، تمھارا باپ ایک ہے، خبر دار! کسی عربی کو عجمی پر، کسی عجمی کو عربی پر، کسی سرخ کو سیاہ پر اور کسی سیاہ کو سرخ پر کوئی فضیلت حاصل نہیں، سوائے تقوی کے۔)

یہ الفاظ اس حقیقت میں کوئی شبہ نہیں رہنے دیتے کہ حضور ﷺ کی نگاہ صرف عربوں پر نہیں، تمام بنی نوع انسان پر تھی۔ اگر آپ ﷺ کی دعوت صرف اہلِ عرب کو ہوتی تو آپ ﷺ نہ تمام بنی آدم کو مخاطب بناتے ،نہ انسانوں کے ایک باپ سے ہونے کا تذکرہ کرتے ،نہ عربی عجمی اور سرخ سیاہ بول کر پورے عالم کو درسِ مساوات دیتے۔

رہا آپ ﷺ کے دیگر ممالک کے رہ نماؤں کو لکھے گئے خطوط کا معاملہ، تو اگرچہ مستشرقین نے عام طور پر ان کی استنادی حیثیت پر سوال اٹھایا ہے اگرچہ ان کا معتبر و مستند ہونا مسلمہ ہے۔ جدید تحقیقات نے ان خطوطِ نبوی کے مستند ہونے پر مہر تصدیق ثبت کر دی ہے۔ ڈاکٹر حمید اللہ نے اس ضمن میں نہایت وقیع تحقیق پیش کی ہے۔ انھوں نے متعدد مکتوباتِ نبویؐ کو دریافت کر کے ان کے عکس پیش کیے ہیں اور اس حوالے سے مستشرقین کے اعتراضات کے جوابات دیے ہیں۔(۶۹) انھوں نے ثابت کیا ہے کہ آپ ﷺ کے یہ خطوط نہ صرف حقیقت ہیں بلکہ بہت زیادہ تعداد میں ہیں۔ ان کی تحقیق کے مطابق ان خطوط کی تعداد سوا دو سو تک ہے۔ اگرچہ بہت سے خطوط دست بُردِ زمانہ کا شکار ہو گئے لیکن متعدد خطوط اب بھی اپنی اصلی حالت میں موجود ہیں۔ لہٰذا ان خطوط کو جعلی قرار دینا حقائق کے خلاف ہے۔

ان گزارشات کے بعد ہم آفاقیتِ محمدی ﷺ کے حوالے سے اہلِ مغرب کی جانب سے سامنے آنے والے دلائل کی طرف آتے ہیں۔ مغرب کے زیرِ نظر نظریے کے خلاف اہلِ مغرب کی جانب سے دلائل لانا بہ ظاہر خاصا مشکل ہے، اس لیے کہ یہ نظریہ درحقیقت شد و مد سے پیش ہی وہ مغربی اہلِ علم و تحقیق کر رہے ہیں، جو آپ ﷺ پر لگائے گئے دیگر الزامات و اعتراضات اور اہل مغرب کی آپ ﷺ سے متعلق قدیم مغربی غلطیوں اور تعصبات کے خاتمے کی کوشش کرتے دکھائی دیتے ہیں، لیکن دل چسپ امر یہ ہے کہ اہلِ مغرب کی طرف سے

۶۸۔ ابو بکر بن الحسین بن علی البیہقی، **شعب الإیمان**، ت، عبد العلی عبد الحمید حامد (الریاض: مکتبۃ الرشد، ۲۰۰۳ء)، ۷: ۱۳۲، رقم: ۴۷۷۴۔

۶۹۔ دیکھیے: محمد حمید اللہ، رسول اکرم کی سیاسی زندگی، ۱۰۶-۱۶۴۔

اس نظریے کی بھی واضح تردید سامنے آچکی ہے۔ سب سے مؤثر، ناقابلِ دفاع اور زبانِ حال سے پکار پکار کر مذکورہ تصور کو باطل قرار دینے والی تردید مغرب کے وہ بہت سے یہودی و مسیحی اہلِ علم ہیں جو دائرہ اسلام میں داخل ہو چکے ہیں۔ ان کا قبولِ اسلام اس بات کا اعلان ہے کہ حضور ﷺ آفاقی نبی ہیں اور آپ ﷺ کی دعوت جس طرح اہلِ عرب کے لیے ہے اہلِ مغرب اور دیگر اہلِ عالم کے لیے بھی ہے۔

تھامس واکر آرنلڈ (۱۸۶۴ء- ۱۹۳۰ء) کی Preaching of Islam میں نبوتِ محمدی ﷺ کی آفاقیت کے حوالے سے تفصیلی اور مثبت مواد ملتا ہے۔ آرنلڈ نے نہایت مدلل اور پرزور انداز سے اس بات کی تردید کی ہے کی حضور ﷺ کے مخاطب صرف اہلِ عرب تھے، اور آپ ﷺ نے باقی دنیا کو اپنی دعوت پیش کرنے کی کوشش نہیں کی۔ انھوں نے ثابت کیا ہے کہ اسلام اپنے کردار کو واضح طور پر عالمی و آفاقی قرار دیتا ہے۔ قرآنی آیات اور آپ ﷺ کی سیرت اس حقیقت کی ناطق شہادتیں ہیں کہ آپ ﷺ نے نہ صرف اپنے پیغام کو آفاقی سمجھا اور قرار دیا بلکہ اس کو جہاں تک ممکن ہو سکا عرب سے باہر لوگوں تک پہنچانے کے لیے ان تھک جدوجہد کی۔ آرنلڈ کے مطابق اسلام کی تبلیغی روح کو اس سے کسی طور جدا نہیں کیا جا سکتا۔ اس میں یہ روح شروع سے لے کر آج تک بلا انقطاع کارفرما اور روزِ روشن کی طرح عیاں نظر آتی ہے۔ وہ کہتا ہے:

...From the very beginning, Islam bears the stamp of a missionary religion that seeks to win the hearts of men ,to convert them and persuade them to enter the brotherhood of the faithful; and as it was in the beginning, so has it continued to be up to the present day ...(70)

اسلام شروع ہی سے ایک تبلیغی مذہب ہے جو لوگوں کو دائرہ اسلام اور اہلِ ایمان کو رشتہ اخوت میں داخل کرنے کی غرض سے ان کے دل جیتنا چاہتا ہے؛ اور تبلیغ و دعوت کی یہ صورت جیسے آغاز میں تھی ویسے ہی آج بھی جاری ہے ...

میور نے پیغامِ محمدی ﷺ کو اہلِ عرب کے لیے خاص قرار دیتے ہوئے لکھا تھا:

That the heritage of Islam is the world was an afterthought... The revelation ran in 'simple Arabic' for the teaching of its people. From first to last the summons was to Arabs and none other. (71)

70- T. W. Arnold, *The preaching of Islam: A history of the propagation of the Muslim faith* (London: Constable, 1913), 44.

71- Sir William Muir, *The Caliphate: Its rise, decline, and fall* (Religious tract society, St. Paul's churchyard, 1892) ,43.

پوری دنیا کے اسلام کا ورثہ ہونے کا تخیل بعد کی پیداوار ہے... وحی سادہ عربی زبان میں اہل عرب کی تعلیم و تربیت کے لیے آرہی تھی۔ احکام از اول تا آخر کسی اور کے لیے نہیں صرف عربوں کے لیے تھے۔

آرنلڈ نے میور کے اس خیال کو رد کرتے ہوئے واضح کیا کہ تبلیغ اسلام بعد کا تخیل نہیں بلکہ مسلمانوں کو ابتدا ہی سے اسے تمام بنی نوع انسان تک پہنچانے کے احکامات ملتے ہیں:

The duty of missionary work is no after-thought in the history of Islam, but was enjoined on believers from the beginning... (72)

آرنلڈ نے متعدد قرآنی آیات کا حوالہ دے کر ثابت کیا ہے اسلام شروع دن ہی سے نظری و عملی ہر دو لحاظ سے ایک مکمل مذہب ہے۔ محمد (ﷺ) نے تبلیغ و دعوت کی قرآنی تعلیمات پر عمل کی اعلیٰ ترین مثال قائم کی۔ آپ ﷺ غیر مسلموں کو دائرہ اسلام میں لانے والے بے شمار مسلم مبلغین کے سردار ہیں۔(۷۳) اس نے حضور ﷺ کے آفاقی پیغام پر شاہد کئی ایک آیات کا تذکرہ کرکے میور اور لیون کیٹانی (Leone Caetani، ۱۸۶۹ء-۱۹۳۵ء) جیسے مغربی اہل قلم پر حیرت کا اظہار کیا ہے کہ ان واضح شواہد کے ہوتے ہوئے انھوں نے کیسے اس حقیقت کا انکار کیا کہ محمد (ﷺ) اپنے مذہب کو آفاقی سمجھتے تھے! اسلام کو آفاقی باور کرانے والی بہت سی آیات کے تناظر میں میور اور کیٹانی کے حوالوں کے ساتھ محمد ﷺ کے اپنے مذہب کو آفاقی نہ سمجھنے کے تصور کی تردید کرتے ہوئے آرنلڈ نے حاشیے میں لکھا:

It seems strange that in the face of these passages, some have denied that Islam was originally intended by its founder to be a universal religion. (74)

یہ امر حیرت ناک ہے کہ ان قرآنی بیانات کے ہوتے ہوئے بعض لوگوں نے اس بات کا انکار کیا ہے کہ اسلام کے بانی اسے ایک آفاقی مذہب سمجھتے تھے۔

پیغام اسلام کے اپنے مزاج کے اعتبار سے عالمی و آفاقی ہونے اور صرف اہل عرب تک محدود نہ ہونے کو واضح کرتے ہوئے آرنلڈ نے کہا:

...The message of Islam was not for Arabia only; the whole world was to share in it .As there was but one God, so there was to be but one religion into which all men were to be invited .(75)

72- Arnold, *The preaching of Islam*,3.

73- Arnold, Ibid., 3-5.

74- Arnold, Ibid., 29.

75- Arnold, Ibid., 28.

...اسلام کا پیغام صرف عربوں کے لیے نہیں جملہ اہلِ عالم کے لیے تھا۔ خدا ایک ہی ہے ،لہٰذا مذہب بھی ایک ہی ہونا چاہیے تھا، جس میں آنے کی سب لوگوں کو دعوت دی جاتی۔

ابتدا ہی میں مختلف ممالک کے صحابہ کے آپ ﷺ کی مصاحبت میں آنے، آپ ﷺ کے انھیں ان ملکوں کا پھل قرار دینے اور کسی نوع کی فتوحات سے پہلے آپ ﷺ کے عدمِ تحدیدِ دعوت کی نسبت سے اسلام کے کردار سے متعلق رویے کو آفاقیتِ اسلام پر دلیل قرار دیتے ہوئے آرنلڈ لکھتا ہے:

...Claim upon the acceptance of all mankind which the Prophet makes ﷺ.. is further prophetically indicated in the words" first-fruit of Abyssinia," used by Muhammad in reference to Bilal, and "first-fruit of Greece",to Suhayb ; Salman, the first Persian convert, was a Christian slave in Medina, who embraced the new faith in the first year of the Hijrah. Thus long before any career of conquest was so much as dreamed of, the Prophet had clearly shown that Islam was not to be confined to the Arab race. (76)

پیغمبر ﷺ کی تمام بنی آدم کو دعوت کے دعوے کا مزید ثبوت، محمد (ﷺ) کا پیغمبرانہ انداز سے بلال کو حبشہ، صہیب کو یونان اور سلمان (جو مدینے کے پہلے عیسائی غلام تھے جنھوں نے ہجرت کے پہلے برس اسلام قبول کیا تھا) کو فارس کا پھل قرار دینے کے الفاظ میں ملتا ہے۔ اس طرح فتوحات کے سلسلے سے بہت پہلے، جیسا کہ خیال کیا جاتا ہے، پیغمبرِ اسلام (ﷺ) نے بالکل واضح کر دیا تھا کہ اسلام صرف نسلِ عرب تک محدود نہ تھا۔

حضور ﷺ کے مختلف ممالک کے حکم رانوں کو لکھے گئے دعوتی خطوط، نبوتِ محمدی ﷺ کی آفاقیت کی ایک نہایت روشن دلیل ہیں، اگرچہ بعض مغربی اہلِ قلم نے ان خطوط کی ثقاہت پر سوالات اٹھائے ہیں، آرنلڈ نے ایسے شکوک و شبہات کی طرف اشارہ کیا(۷۷) لیکن حضور ﷺ کے دعوتی خطوط کو اسلام کی آفاقیت پر دلیل قرار دینے میں جھجک محسوس نہیں کی۔ وہ خطوطِ نبوی پر مغربی اعتراضات کو ناقابلِ اعتنا باور کراتے نظر آتے ہیں۔ ان کے مطابق پیغامِ محمدی ﷺ کی آفاقیت اس درجہ روشن حقیقت ہے کہ ان خطوط کے بغیر بھی نہیں جھٹلائی جا سکتی۔ وہ مختلف خطوط کا حوالہ دینے اور ہرقل کو لکھے گے خط کا ترجمہ نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

However absurd this summons may have seemed to those who then received it, succeeding years showed that it was dictated by no empty enthusiasm. These letters only gave a more open and

---

76- Arnold, Ibid., 29-30.

77- Arnold, *The preaching of Islam,* 28.cf.LeoneCaetani, (Milan, Ulrico Hoepli, 1905-1907), 1/725 sqq.

widespread expression to the claim to the universal acceptance which is repeatedly made for Islam in the Quran. [78]

یہ خطوط ان لوگوں کو، جنھوں نے اس وقت انھیں وصول کیا، کتنے ہی غیر منطقی کیوں نظر نہ آتے ہوں بعد کا زمانہ بتاتا ہے کہ یہ خالی خولی شوق و اشتیاق کے تحت نہ لکھوائے گئے تھے۔ یہ خطوط صرف اس دعوے کا ایک مزید واضح اور کھلا ثبوت مہیا کرتے ہیں جو قرآن میں اسلام کو آفاقی مذہب کے طور پر پیش کرتے ہوئے تکرار کے ساتھ کیا گیا ہے۔

حضور ﷺ کے دیگر ممالک کے سربراہوں کو لکھے گئے خطوط کا حقیقت ہونا اس قدر واضح ہے کہ آپ ﷺ کے لیے انتہائی سخت اور نامناسب الفاظ استعمال کرنے والے متعصب مستشرق بھی ان کو جھٹلا نہیں سکے۔ گستاویل ایسے ہی مستشرقین سے تعلق رکھتا ہے، اس نے بھی آپ ﷺ کے بیرونی سربراہوں اور سرداروں کو لکھے گئے خطوط کو رد کرنے کی بجائے ایک معلوم و معروف واقعے کے طور پر پیش کیا ہے۔ وہ لکھتا ہے:

Even before the conquest of Mekka he had sent messengers to the neighbouring princes of Persia, Byzantium, Abyssinia. He also invited the Christian governor of Egypt and several Arab chiefs under Persian and Byzantine sway to accept his religion. These messengers received more or less a hostile reception. Only the Greek governor treated them in a friendly spirit and sent valuable presents to the Prophet though he did not accept Islam.[79]

یہاں تک کہ فتح مکہ سے بھی پہلے آپ (ﷺ) نے ایران، بازنطین اور حبشہ کے شہزادوں کے پاس قاصد بھیجے تھے۔ آپ (ﷺ) نے مصر کے عیسائی گورنر اور ایران و بازنطین کے زیر اثر عرب سرداروں کو بھی دعوتِ اسلام دی۔ ان قاصدوں کو کم و بیش مخالفانہ ردعمل کا سامنا کرنا پڑا۔ صرف یونانی گورنر نے انھیں دوستانہ انداز سے خوش آمدید کہا اور پیغمبر (ﷺ) کے لیے قابلِ قدر تحائف بھیجے، اگرچہ اس نے اسلام قبول نہ کیا۔

یہاں گستاویل کے حوالے سے یہ ذکر کر دینا دلچسپی سے خالی نہ ہو گا کہ اس کی تحریر اس نظریے کی بھی واضح تردید کر رہی ہے کہ اسلام کے آفاقی ہونے اور اسے غیر عربوں میں پھیلانے کا خیال آپ ﷺ کے بعد مسلمانوں میں پیدا ہوا۔ گستاویل اگرچہ اس خیال کو مثبت انداز میں پیش نہیں کرتا، تاہم وہ تسلیم کرتا ہے کہ

78- Arnold, op.cit., 28.

79- Weil, op.cit., 17.

اسلام کے تمام بنی نوع انسان کے لیے ہونے کا خیال بعد کے مسلمانوں کا نہیں، بلکہ خود آپ ﷺ کا ہے۔ اس کے الفاظ ہیں:

Between 628 and 629 A.D. several other campaigns were undertaken against the Beduins. The number of the faithful steadily grew, and the idea became fixed in Mohamed's mind that Islam, as the only true religion, was a religion meant not only for the Arabs but for all mankind. (80)

۶۲۸ء اور ۶۲۹ء کے درمیان بدوؤں کے خلاف متعدد اور مہمات روانہ کی گئیں۔ اہل ایمان کی تعداد میں دھیرے دھیرے اضافہ ہوا اور محمد (ﷺ) کے ذہن میں یہ تصور پختہ ہو گیا کہ اسلام واحد سچے دین کی حیثیت سے محض ایسا مذہب نہیں جو صرف اہل عرب کے لیے ہو بلکہ یہ پوری انسانیت کے لیے تھا۔

نمایاں نکاتِ بحث

گذشتہ بحث سے یہ نکات نمایاں ہو کر سامنے آتے ہیں کہ پہلے زمانے میں اہل مغرب حضور ﷺ پر وحی کی توجیہ کے لیے کسی اسلامی ماخذ کی طرف رجوع کرنے کی کوئی ضرورت محسوس نہ کرتے تھے۔ وہ کسی ایسے شخص کا تخیل قائم کرتے جس نے اپنے ذاتی مفادات کی غرض سے وحی کا ڈھونگ رچایا ہو، اور اس تخیل کا مصداق آپ ﷺ کو ٹھہراتے۔ بعد میں جب ایسی الزام تراشیوں کا فضول و لایعنی ہونا مبرہن ہو گیا تو بعض روایات کی مضحکہ خیز تعبیرات پیش کر کے آپ ﷺ پر مرگی کے مریض ہونے کا الزام عائد کر دیا گیا۔ جب مرگی کا الزام بھی اس درجہ لغو ثابت ہو گیا کہ اسے تاریخی تنقید کے خلاف جرم و گناہ کا ارتکاب قرار دیا جانے لگا اور جدید تعلیم یافتہ مغرب میں اس الزام کو دہرانا یا اس پر دلائل لانا ایک فضول و جاہلانہ تصور قرار پایا تو اہل مغرب کے ہاں وحی محمدی ﷺ کی یہ جدید فلسفیانہ تعبیر سامنے آئی کہ حضور ﷺ جن خیالات و تصورات کو وحی کی حیثیت سے پیش کرتے تھے، وہ آپ ﷺ کے اپنے لاشعور سے ابھرے تھے۔ یعنی آپ ﷺ کی وحی کوئی وحی آسمانی نہیں تھی، اپنے زمانے کے دگرگوں حالات کو سنوارنے اور اہل عرب کے جاہلانہ و ظالمانہ نظام زندگی کو عادلانہ نظام میں ڈھالنے سے متعلق آپ ﷺ کی تڑپ اور لگن کا نتیجہ تھی، لیکن کچھ عرصے بعد اس جدید فلسفیانہ توجیہ کی بھی تردید سامنے آگئی اور اس توجیہ کے لیے مشہور مستشرق منٹگمری واٹ نے خود اعتراف کر لیا کہ آپ ﷺ کی وحی آپ

80- Weil, op.cit., 17.

ﷺ کے ذاتی افکار نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھیجی ہوئی تعلیم تھی۔ گویا اسلام پر کام کرنے والے نمایاں مغربی اہلِ علم نے آپ ﷺ کے خدا سے وحی پانے کو تسلیم کر لیا۔ البتہ ان لوگوں نے یہ موقف اختیار کیا کہ آپ ﷺ کی نبوت صرف اہلِ عرب کے لیے تھی، باقی دنیا آپ ﷺ کی مخاطب نہیں۔[۸۱] یہود و نصاریٰ کے پاس پہلے ہی وحی الٰہی موجود ہے، لہٰذا آپ ﷺ نے ان کو دعوتِ اسلام نہیں دی، لیکن اس موقف کی بھی اہلِ مغرب کی طرف سے تردید ہو چکی ہے۔ آرنلڈ جیسے نام ور مغربی اہلِ قلم ناقابلِ تردید دلائل سے ثابت کر چکے ہیں کہ آپ ﷺ کا پیغام صرف اہلِ عرب نہیں بلکہ تمام اہلِ عالم کے لیے تھا۔ کثیر تعداد میں اسلام قبول کر لینے والے مغربی اہلِ علم بھی نبوتِ محمدی ﷺ کی آفاقیت کی ناطق شہادتیں ہیں۔

نتیجۂ بحث

یہ مطالعہ اس حقیقت کو مبرہن کر رہا ہے کہ مغربی فکر نے وحی و نبوت محمدی ﷺ کے حوالے سے ایک ارتقائی سفر طے کیا ہے۔ آج مغرب کے نہایت نمایاں اور سنجیدہ اہلِ علم آپ ﷺ کی نبوت کا واضح اقرار کر رہے ہیں۔[۸۲] مغربی افکار کا یہ تاریخی جائزہ ہمیں اس نتیجے پر پہنچا رہا ہے کہ اہلِ مغرب جس طرح آج آپ ﷺ کے بارے میں یہ تسلیم کر رہے ہیں کہ آپ ﷺ اہلِ عرب کے نبی ہیں، انھیں جلد یا بدیر یہ بھی ماننا پڑے گا کہ آپ آخری و آفاقی نبی ہیں۔ اگرچہ آرنلڈ جیسے اہلِ مغرب اس بات کو واضح کر چکے ہیں کہ محمد ﷺ نے اپنے مذہب کو

۸۱۔ یہ موقف جدید مغربی اہلِ علم کی ایجاد نہیں بلکہ ان سے پہلے بھی کئی مغربی قلم کار پیش کر چکے تھے۔ اسے ان کی طرف اس منسوب کیا گیا ہے کہ یہ موجودہ دور میں اسے نہایت شد و مد سے سامنے لائے ہیں، نیز وہ آپ ﷺ کو اللہ کا سچا نبی مانتے ہیں۔ پہلے کے اہلِ قلم عموماً آپ ﷺ کو نبی تسلیم کیے بغیر یہ دعویٰ کرتے تھے کہ آپ ﷺ نے اپنا پیغام اہلِ عرب تک محدود رکھا تھا۔

۸۲۔ یہاں یہ بھی واضح رہنا چاہیے کہ اہلِ مغرب جب حضور ﷺ کو پیغمبر (Prophet) کہتے ہیں تو وہ نبوت و پیغمبری کے مسلم تصور اور عقیدے کے مطابق ایسا نہیں کہہ رہے ہوتے (اور ایسا مختلف عوامل کی بنا پر ہے، جن میں اپنی سوسائٹی اور دینی حلقوں کا دباؤ اور اہلِ بائبل کے ہاں موجود تصورِ نبوت و رسالت ہے، جس پر ان شاء اللہ الگ سے کسی تحریر میں بحث ہو گی) تاہم اس حقیقت میں کلام نہیں کہ جب وہ آپ ﷺ کو سچا نبی مانتے ہیں تو اس دعوے کی بنیاد منہدم ہو جاتی ہے کہ محمد ﷺ نے (معاذ اللہ) کسی دنیوی مقصد کے تحت نبوت کا اعلان کیا اور حالات کی سازگاری نے آپ ﷺ کے پیغام کی قبولیت اور اشاعت کی راہ ہموار کی، جیسا کہ اہلِ مغرب کا ایک زمانے تک دعویٰ رہا، اور بہت سے اہلِ مغرب جسے اپنی نادانی یا تعصب کی بنا پر آج بھی حرزِ جاں بنائے ہوئے ہیں۔

محض اہلِ عرب تک محدود نہیں رکھا، لیکن مغرب کے عصرِ حاضر کے عام اہلِ علم کے ہاں ابھی تک حضور ﷺ کو اس انداز سے سچا آفاقی وعالمی نبی تسلیم نہیں کیا گیا، جس انداز سے واٹ، کیرن اورارنسٹ وغیرہ عصرِ حاضر کے بہت سے معروف اہلِ علم نے آپ ﷺ کو اہلِ عرب کا سچا نبی مانا ہے۔ گویا سنجیدہ مغربی اہلِ علم وقلم کے ہاں رسالتِ محمدی ﷺ کے اِثبات کے حوالے سے صرف ایک مرحلہ طے ہونا باقی ہے۔ اگر یہ مرحلہ "مرحلہ شوق" ہوتا تو شاید بہت جلد طے ہو جاتا، لیکن یہاں یہ معاملہ نہیں۔ یہاں تو معاملہ ان لوگوں سے ہے جو حقیقت کو آنکھوں سے دیکھے بغیر نہیں مانتے۔ کیا معلوم خداوندِ قدوس ان کو اس حقیقت کا مشاہدہ کرانے ہی والا ہو کہ اس کا وعدہ ہے ﴿سَنُرِيهِمْ آيَاتِنَا فِي الْآفَاقِ وَفِي أَنفُسِهِمْ حَتَّىٰ يَتَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُ الْحَقُّ﴾[۸۳] (ہم انھیں عنقریب اپنی نشانیاں آفاق وانفس میں دکھائیں گے تا کہ ان پر واضح ہو جائے کہ وہ (قرآن) حق ہے۔) اگر ان کی اونٹ اور کبوتر کی کہانیاں انھی کی تحقیقات سے بے مغز افسانے قرار پا سکتی ہیں، مرگی کا الزام تاریخی تنقید کے خلاف جرم وگناہ ٹھہر سکتا ہے، حالات کے فطری ردِ عمل کا نظریہ باطل ہو سکتا ہے تو نبوتِ محمدی ﷺ کے صرف اہلِ عرب تک محدود ہونے کا دعویٰ اپنی موت کیوں نہیں مر سکتا۔

۸۳۔ القرآن ۴۱: ۵۳۔